شیخ الکل السید الامام نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ

(۱۲۲۰-۱۳۲۰ھ/ ۱۸۰۵-۱۹۰۱ء)

کی مایہ ناز تصنیف "الدلیل المحکم فی نفی اثر القدم" کا اردو ترجمہ

# اثر قدم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخی و شرعی حیثیت

www.KitaboSunnat.com

تقدیم و نظر ثانی

فضیلۃ الشیخ وصی اللہ محمد عباس بستوی حفظہ اللہ

المدرس بالمسجد الحرام المکۃ المکرمۃ

تقدیم و حواشی

محمد تنزیل الصدیقی الحسینی

ترجمہ و حواشی

ابو القاسم عبد العظیم

مکتبہ اہل الحدیث لیسٹر برطانیا
MAKTABAH AHLUL HADITH
LEICESTER UNITED KINGDOM

مرکز السنۃ
Markaz as-Sunnah

## معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

## تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

شیخ الکل السید الامام نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ

(۱۲۲۰-۱۳۲۰ھ/۱۸۰۵-۱۹۰۱ء)

کی مایہ ناز تصنیف "الدلیل المحکم فی نفی اثر القدم" کا اردو ترجمہ

# اثر قدم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی
# تاریخی و شرعی حیثیت

تقدیم و نظر ثانی

فضیلۃ الشیخ وصی اللہ محمد عباس بستوی حفظہ اللہ

المدرس بالمسجد الحرام المکۃ المکرمۃ

تقدیم و حواشی

محمد تنزیل الصدیقی الحسینی

ترجمہ و حواشی

ابو القاسم عبد العظیم



مرکز السنۃ

Markaz as-Sunnah

مکتبہ اہل الحدیث

MAKTABAH AHLUL HADITH

LEICESTER UNITED KINGDOM


محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

# CONTACT DETAILS


## CONTACT IN ENGLAND

Markaz Sunnah
P.O BOX 9951
Leicester, England, UK
LE5 9GD
Email: contact@markazsunnahleicester.com
Wesbite: http://markazsunnahleicester.com/

**Markaz as-Sunnah's Headquarters is located in Masjid Quba**
8 Madras Road
Leicester, England, UK
LE1 2LT

## CONTACT IN MADINAH

Zulfiker Ibrahim Memon
Islamic University
P.O BOX 10133
Madinah
Kingdom of Saudi Arabia
Mobile: (00966) 553462757
Email: contact@zulfikermemon.com
Website: zulfikermemon.com
twitter.com/zulfikermemon
facebook.com/ZulfikerMemon
telegram.me/ZulfikerMemon
instagram.com/zulfikermemon



**Published By**
MAKTABAH AHLUL HADEETH LEICESTER
19 Christow Street, Leicester, LE1 2GJ, United Kingdom
maktabahahlulhadeethleicester.wordpress.com
ahlul_hadeeth@outlook.com/mahlstr@outlook.com
Syed Ali - Deputy Head of the Maktabah
Mobile: (0044) 7944212008


محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیخ الکل السید الامام نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ

(۱۲۲۰-۱۳۲۰ھ/ ۱۸۰۵-۱۹۰۱ء)

کی مایہ ناز تصنیف "الدلیل المحکم فی نفی اثر القدم" کا اردو ترجمہ

# اثر قدم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخی وشرعی حیثیت

تقدیم ونظر ثانی

فضیلۃ الشیخ وصی اللہ محمد عباس بستوی حفظہ اللہ

المدرس بالمسجد الحرام المکۃ المکرمۃ

تقدیم وحواشی

محمد تنزیل الصدیقی الحسینی

ترجمہ وحواشی

ابو القاسم عبد العظیم

www.KitaboSunnat.com

Markaz as-Sunnah
Leicester United Kingdom

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

"الدلیل المحکم فی نفی اثر القدم"

للسید الامام المحدث نذیر حسین الحسینی الدھلوی رحمہ اللہ

اردو ترجمہ

اثر قدم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخی وشرعی حیثیت

طبع اوّل: رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ/ جون ۲۰۱۷ء

Contact Details

In England

*Markaz as-Sunnah*

(Located in Masjid Quba)

8 Madras Road, Leicester, England, UK

LEI 2LT

P.O.BOX 9951, Leicester, England, UK

LE6 9GD

*Abu Abdullah Al Atharee*

*Maktabah Ahlul-Hadeeth*

35 Gresley Close

LE4 0SE

Leicester UK

Mobile: 0044-07908651601

In Saudi Arabia

*Zulfiker Ibraheem Memon Al-Atharee*

Islamic University

P.O.BOX 10133

Mobile: 00966-0553462757

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# فہرس المتن والحواشی

## الف - فہرس المتن


| | | |
|---|---|---|
| ❁ | کلمہ ناشر (شیخ ذوالفقار ابراہیم میمن الاثری) | ۹ |
| ❁ | تعارف (فضیلۃ الشیخ وصی اللہ محمد عباس بستوی حفظہ اللہ) | ۱۶ |
| ❁ | آثار رسول اللہ ﷺ سے تبرک کا جواز | ۱۸ |
| ❁ | سخن ہائے گفتنی (محمد تنزیل الصدیقی الحسینی) | ۲۷ |
| ❁ | نقش قدم کا تصور | ۲۷ |
| ❁ | نبی کریم ﷺ کے معجزات کے باب میں موضوع روایات | ۲۹ |
| ❁ | استناد سے محروم روایات پر خوش عقیدہ مسلمانوں کا عمل | ۳۴ |
| ❁ | مظاہر شرک | ۳۷ |
| ❁ | عالم اسلام میں قدم رسول کی زیارتیں | ۴۲ |
| ❁ | برصغیر پاک وہند میں نقوشِ قدم | ۴۳ |
| ❁ | دہلی کا نقش قدم | ۴۶ |
| ❁ | قدم رسول ﷺ سے متعلق علمی مباحث | ۴۸ |
| ❁ | قدم رسول ﷺ سے متعلق ہمارا موقف | ۵۳ |
| ❁ | شیخ الکل السید الامام نذیر حسین محدث دہلوی | ۵۴ |
| ❁ | الدلیل المحکم فی نفی اثر القدم | ۵۹ |


## الدلیل المحکم فی نفی اثر القدم - از - شیخ الکل السیّد الامام نذیر حسین


| | | |
|---|---|---|
| ❁ | تمہید | ۶۱ |
| ❁ | سبب تالیف رسالہ ہٰذا | ۶۱ |


محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| | | |
|---|---|---|
| ❁ | نشانِ قدم کا معجزہ ثابت نہیں | ۶۲ |
| ❁ | وجہ اول | ۷۵ |
| ❁ | وجہ دوم | ۸۰ |
| ❁ | وجہ سوم | ۱۰۴ |
| ❁ | شب معراج میں آپ ﷺ کے نقش قدم کے واقعہ کی حقیقت | ۱۰۵ |
| ❁ | ہندوستان کے دارالسلطنت دہلی میں موجود قدم شریف کی حقیقت | ۱۰۷ |
| ❁ | کوٹلہ فیروز شاہ کے قدم شریف کی تاریخی حقیقت | ۱۲۵ |
| ❁ | ان روایات پر نقد و اعتراض | ۱۲۹ |
| ❁ | پہلی وجہ | ۱۲۹ |
| ❁ | دوسری وجہ | ۱۳۰ |
| ❁ | تیسری وجہ | ۱۳۲ |
| ❁ | چوتھی وجہ | ۱۳۴ |
| ❁ | پانچویں وجہ | ۱۳۵ |
| ❁ | فیروز شاہ اور فتح خان کا باہمی تعلق | ۱۳۷ |
| ❁ | چھٹی وجہ | ۱۳۹ |
| ❁ | ساتویں وجہ | ۱۳۹ |
| ❁ | آٹھویں وجہ | ۱۴۰ |
| ❁ | نویں وجہ | ۱۴۱ |
| ❁ | خاتمۃ التالیف | ۱۴۳ |
| ❁ | خاتمۃ الطبع | ۱۴۳ |
| ❁ | خاتمۃ الترجمۃ | ۱۴۴ |


محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# ب - فہرس الحواشی


| | | | |
|---|---|---|---|
| خان عبدالغفار خان کا ایک دلچسپ واقعہ | ۳۴ | امام فخر الدین رازی | ۶۹ |
| مولانا عبدالقادر رام پوری | ۳۷ | علامہ نظام الدین نیشاپوری | ۷۰ |
| درگاہ قلی خاں | ۳۷ | امام ابوالبرکات نسفی | ۷۰ |
| احمد بن زینی دحلان شافعی مکی | ۴۳ | تفسیر حسینی | ۷۰ |
| مولوی رضی الدین ابوالخیر عبدالمجید | ۴۹ | ابن مخلوف الجزائری | ۷۰ |
| مولوی حافظ محمد عمر معروف بہ سراج الحق | ۴۹ | علامہ عبدالحی فرنگی محلی کا اعتراض | ۷۳ |
| مسئلہ حلت بوم (الو) پر مناظرہ | ۵۱ | علامہ فرنگی محلی اور عدم ذکر وثبوت کی بحث | ۷۳ |
| پیر مہر علی شاہ گولڑوی کا شیخ الکل سے تلمذ | ۵۶ | القصیدۃ الہمزیہ | ۷۴ |
| دہلی | ۶۱ | انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب | ۷۵ |
| الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ | ۶۳ | ابن عصفور نحوی | ۷۵ |
| السیر والمغازی | ۶۳ | علامہ فرنگی محلی اور ضعیف وغیر ثابت کی بحث | ۷۸ |
| السیرۃ النبویۃ | ۶۳ | عبداللہ بن مبارک | ۸۰ |
| الوفاء فی فضائل المصطفیٰ | ۶۳ | شاہ عبدالعزیز اور تحفہ کا دسواں باب | ۸۸ |
| المواہب اللدنیہ فی المنح المحمدیہ | ۶۳ | شاہ احمد سعید مجددی دہلوی | ۸۹ |
| کنز الراغبین | ۶۳ | ابن الصلاح | ۹۰ |
| روضۃ الاحباب | ۶۳ | مسلم الثبوت اور قاضی محب اللہ بہاری | ۹۱ |
| طبری | ۶۳ | فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت | ۹۲ |
| صاحب سیرت شامیہ | ۶۴ | حکیم ترمذی | ۹۳ |
| ابن حجر عسقلانی | ۶۴ | ابن دحیہ الکلبی | ۹۴ |
| ابن القیم الجوزی | ۶۴ | علامہ فتح الدین ابن الشہید | ۹۶ |
| علامہ جلال الدین سیوطی | ۶۴ | راغب اصفہانی | ۹۷ |
| قاضی بیضاوی | ۶۹ | علامہ محمد عابد سندھی | ۹۸ |


محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com




| | | | |
|---|---|---|---|
| علامہ فرنگی محلی اور لفظ کان کی بحث | ۹۹ | سنہری مسجد دہلی | ۱۲۲ |
| مولوی کریم اللہ دہلوی | ۱۰۷ | امام تفتازانی | ۱۲۳ |
| مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشت | ۱۰۷ | شرح عقائد نسفی | ۱۲۳ |
| ابوعبدالرحمٰن السلمی | ۱۰۹ | مجالس الابرار اور شیخ احمد رومی | ۱۲۴ |
| شیخ محمد بن طاہر پٹنی | ۱۱۰ | مولوی فریدالدین دہلوی | ۱۲۵ |
| مولوی عبدالواحد فرنگی محلی | ۱۱۴ | مخدوم جہاں گشت سے منسوب سفرنامے | ۱۲۵ |
| فتویٰ ردّ تعزیہ داری | ۱۱۴ | محمد شاہ تغلق | ۱۲۷ |
| جلال الدین محمد اکبر | ۱۱۶ | فیروز شاہ تغلق | ۱۲۷ |
| جہانگیر | ۱۱۶ | تاریخ فرشتہ | ۱۳۰ |
| شاہجہاں | ۱۱۶ | سیر العارفین | ۱۳۰ |
| عالمگیر | ۱۱۶ | خزانۃ الفوائد الجلالیہ | ۱۳۱ |
| بہادر شاہ | ۱۱۶ | سراج الہدایہ | ۱۳۱ |
| نواب سعداللہ خاں | ۱۱۶ | شیخ نصیرالدین محمود | ۱۳۱ |
| مستعد خاں محمد ساقی | ۱۱۷ | سلطان محمد تغلق | ۱۳۲ |
| ملا نظام الدین سہالوی فرنگی محلی | ۱۱۸ | شیخ عبداللہ یافعی | ۱۳۳ |
| مولوی مدن شاہجہاں پوری | ۱۱۸ | عوارف المعارف | ۱۳۳ |
| مولانا انوار الحق انصاری | ۱۱۸ | علامہ فرنگی محلی کا ایک اعتراض | ۱۳۴ |
| مولانا نور الحق انصاری | ۱۱۸ | وہابیت | ۱۳۶ |
| تعزیہ پرستی اور خانوادہ فرنگی محل | ۱۱۹ | لکھنوتی | ۱۳۹ |
| ملتان | ۱۲۱ | ظفرآباد | ۱۳۹ |
| اوچ یا اچھ | ۱۲۱ | جامع العلوم | ۱۴۰ |
| مین پوری | ۱۲۲ | جواہر جلالی | ۱۴۰ |
| لال قلعہ دہلی | ۱۲۲ | مقرر نامہ | ۱۴۰ |


محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

# کلمہ ناشر

توحید باری تعالیٰ ہی ایک ایسا مسئلہ ہے کہ جس کی تفہیم و اشاعت کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت ہوئی، جیسا کہ فرمایا:-

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ - النحل: ۳۶

"اور بلا شبہ ہم نے ہر امت میں رسول بھیجے تا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو۔"

شرک ایک ایسا گناہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتا، وہ اعظم الذنوب ہے اس کے ماسوا جس قدر گناہ ہیں وہ جس کے لیے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے:-

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ - النساء: ۴۸

شرک اس لیے بدترین فعل ہے کیونکہ اس سے خالق تعالیٰ کی حق تلفی ہوتی ہے اور ایک مخلوق کو خالق کے بالمقابل لا کھڑا کیا جاتا ہے۔ خالق و مخلوق میں تشبیہ پیدا کی جاتی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام خصوصیات الوہیت و اسماء و صفات و ربوبیت میں یکتا ہے۔

اس اعظم الذنوب کے بہت سے وسائل ہیں جن میں مُردوں سے امداد و استعانت، ان کو اپنا شفیع و مددگار بنانا اور انبیاء و رسل کرام اور دیگر اولیاء اللہ کی ذات میں غلو کرنا سر فہرست ہے۔ حدیث شریف میں ہے:-

"قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ فَإِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قبلكم بالغلو في الدين۔" [1]

---

[1] رواه ابن ماجة ۲:۳۰۲۹۔ صححه النووی، و ابن تیمیه، و الالبانی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! دین میں غلو کرنے سے خبردار رہو، بلاشبہ تم سے قبل جو گزرے وہ دین میں غلو کرنے کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔"

یہود و نصاریٰ کی خاص صفات میں سے یہ تھا کہ وہ اپنے انبیاء و رسل کی ذات میں انتہائی غلو کرتے تھے، حتیٰ کہ انہوں نے اپنے انبیاء کو اللہ کا بیٹا بنا دیا۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ

امت محمدیہ میں بھی کچھ ایسے فرقِ ضلالۃ و اہل البدعۃ وجود میں آئے جنہوں نے سنت یہود و نصاریٰ کو اپنایا اور اسے دین کا حصہ بنانے کی مذموم کوشش کی۔ ان لوگوں نے انبیاء و صلحاء کی ذات میں غلو کیا اور ان سے متعلق اپنے ایجاد کردہ مراسم شرک و بدعت کو دین کا حصہ بنایا اور اس کارِ مذموم کو عشقِ رسول کا نام دیا۔ اس فرقے کے حاملین عامۃ الناس کو دھوکہ دے کر عشق رسول کے نام پر ہر قسم کے بدعات اور شرکیات میں ملوث کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں اثبات توحید و رد شرک و بدعات پر اللہ تعالیٰ نے جیسی قبولیت و افادیت سے مسلک اہل حدیث کو نوازا ہے تاریخ ہند اس کی شاہد ہے اور یہ امر اظہر من الشمس ہے۔ اس مسلک کے صاحب لوائے توحید، ناصر السنۃ، قامع البدعۃ، برصغیر پاک و ہند میں اپنے وقت کے مجدد، شیخ الاسلام نذیر حسین دہلوی کی جد و جہد سرفہرست ہے۔ بلاشبہ کروڑوں انسانوں کے لیے ان کے اور ان کے تلامذہ کی خدمت قرآن و سنت ایمان و ہدایت کا سبب بنی اور محرر سطور بھی ان میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی ان خدمات کو ان کے میزانِ حسنات میں قبول فرمائیں۔

چار سال پہلے کی بات ہے کہ جب میں هيئة الامر بالمعروف و النهى عن المنكر بالمسجد النبوى المدينة النبوية میں خدمت انجام دے رہا تھا اور مجھ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ المواجهة (روضہ رسول پاک ﷺ) پر خدمت انجام دوں لوگوں کو نصیحت

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کروں کہ وہ شرک و بدعت سے بچیں۔ میں نے اس بات کو ملاحظہ کیا کہ بہت سے لوگ اپنی ٹوپیوں، اپنے کرتوں اور اپنے عماموں پر اثر قدم النبی جس کو یہ لوگ نعلین شریف کہتے ہیں کا نقش پہنتے ہیں۔ میرا حسن ظن تھا کہ علمائے اہل حدیث نے ضرور اس موضوع پر تحقیق کی ہو گی اور کوئی نا کوئی تالیف ضرور ملے گی۔ میں نے الشیخ تنزیل الصدیقی الحسینی سے اس موضوع پر گفتگو کی اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ اس موضوع پر ایک ایسی محققانہ تالیف کی سخت ضرورت ہے جو لوگوں کی ہدایت کا سبب بن سکے اور انہیں صراط مستقیم کی طرف راہ یاب کر سکے۔ بتوفیق اللہ الشیخ تنزیل کو اس موضوع پر شیخ الاسلام کی ایک بلند پایہ محققانہ تصنیف "الدلیل المحکم فی نفی اثر القدم" مل گئی۔ کتاب فارسی زبان میں تھی۔ الشیخ تنزیل نے اسے مدینہ نبویہ بھیجا تا کہ اس کا اردو ترجمہ اور عربی تعریب کی جائے۔ میں نے ہندوستان و پاکستان کے طلاب کرام سے دریافت کیا کہ کوئی ایسا عالم مل جائے جو اس کتاب کا اردو ترجمہ کر سکے۔ بفضل اللہ تعالیٰ الشیخ ابوالقاسم عبدالعظیم متخرج کلیة اللغة الجامعة الاسلامیة المدینة النبویة سے رابطہ ہوا انہوں نے اس کتاب کا اردو ترجمہ اور عربی تعریب کی اور اس کے ساتھ ہی اسے مفید حواشی و تحقیق سے مزین کیا۔" الدلیل المحکم" کی تصحیح اور حاشیہ کا تکملہ الشیخ تنزیل نے کیا۔ بندہ نے بھی اس کا مراجعہ اوّل سے لے کر آخر تک کیا۔ یقیناً کمال کی صفتِ خاص صرف اللہ ہی کے لیے ہے۔

اس کتاب کے انگریزی ترجمے کی ذمہ داری بھی میں نے لی اور میرے مکرم دوست الشیخ ابوحبان کامران ملک اس کا انگریزی ترجمہ کر رہے ہیں۔

یہ کتاب تقریباً ۱۷۰ سال قبل شائع ہوئی تھی اب الحمدللہ اس کی طباعت ثانی کا شرف مرکز السنۃ لیسسٹر، بریطانیا کو ملا ہے، جس کا مقصد اثبات توحید و سنت، تردید شرک و بدعت، منہجِ سلف صالحین کی نشر و اشاعت، اکابر علمائے اہل حدیث اور مسلک اہل حدیث کا دفاع کرنا ہے۔ اس مرکز کی بنیاد استاذ محترم مفتی الحرم المکی محدث الشیخ وصی اللہ عباس نے رکھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



استاذِ مکرم سے میں نے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے لیکن بطورِ خاص ردشرک و بدعت کے لیے دینی حمیت اور منہج سلف صالحین کی نشر و اشاعت کا اثر میں نے ان سے قبول کیا۔ اس کتاب کی طباعت ثانی کے لیے ان کی تقریظ سے کتاب کی افادیت میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ استاذِ محترم کی نصیحت ہمیشہ یہی رہی کہ اکابر اہل حدیث کی مساعی کو تحقیق و تدوین کے ساتھ منظر عام پر لایا جائے۔

ایک نہایت اہم سوال یہ ہے کہ کیا اس زمانہ میں آثار رسول اللہ ﷺ میں سے کوئی چیز باقی بھی ہے یا نہیں؟

صحیح بخاری میں روایت موجود ہے:-

عَنْ عَمْرِو بْنِ الحَارِثِ، قَالَ: "مَا تَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ عِنْدَ مَوْتِهِ دِرْهَمًا وَلاَ دِينَارًا وَلاَ عَبْدًا وَلاَ أَمَةً وَلاَ شَيْئًا، إِلَّا بَغْلَتَهُ البَيْضَاءَ، وَسِلاَحَهُ وَأَرْضًا جَعَلَهَا صَدَقَةً"[1]

"عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی موت کے وقت درہم و دینار، غلام و لونڈی اور دیگر کوئی شئے نہیں چھوڑا سوائے اپنے سفید خچر، ہتھیار اور قطعہ زمین کے جسے آپ نے صدقہ کر دیا تھا۔"

یہ اثر اس بات کی واضح دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات کے بعد آثار و یادگار میں سے بہت کم چیزیں چھوڑی تھیں۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے بعد بہت سے آثار بتدریج ختم ہوتے چلے گئے۔ جیسا کہ بخاری و مسلم میں روایت ہے:-

"اتَّخَذَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ خَاتَمًا مِنْ وَرِقٍ۔"[2]

"رسول اللہ ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی۔"

---

[1] کتاب الوصایا، الباب الاوّل۔

[2] صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب نقش الختم۔ صحیح مسلم، کتاب اللباس و الزینة، باب لبس التی معه خاتماً من ورق نقشه۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اسی طرح دولت عباسیہ کے دورِ آخر میں جب فتنہ تاتار نے خلافت اسلامی کو تاراج کر کے رکھ دیا وہیں جب ۶۵۶ھ میں بغداد پر حملہ کیا تو متعدد آثار صفحہ ہستی سے مٹا دیئے بیشتر جلا دیئے گئے اور جو بچ گئے وہ بھی تاتاریوں کی دست برد کی نذر ہو گئے۔ احمد تیمور پاشا نے اپنی کتاب "الآثار النبوية" میں اس امر کی نشاندہی کی ہے۔ [1]

علامہ ناصر الدین الالبانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

"و نحن نعلم ان آثاره ﷺ من ثياب أو شعر أو فضلات قد فقدت، و ليس بامكان أحد اثبات وجود شئ منها على وجه القطع و اليقين۔" [2]

"ہم بخوبی جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے آثار میں سے کپڑے، بال اور فضلات کھو گئے ہیں۔ ان میں سے کسی ایک چیز کے وجود کا اب اس کی تفصیلات اور یقین کے ساتھ اثبات کا کوئی امکان نہیں۔"

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آثارِ نبوی ﷺ کے اثبات کے لیے جو شرائط و اصول محدثین کرام و محققین عظام کے نزدیک ہیں وہ ان آثار میں نہیں پائے جاتے اس لیے ان کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کرنا صحیح نہیں۔

مثلاً اثر قدم الرسول ﷺ جو نعلین شریف کے نام سے مشہور ہے اس کا شمار بھی اب آثار رسول اللہ ﷺ میں کیا جانے لگا ہے۔ عشقِ رسول ﷺ کے نام پر لوگ اس سے تبرک حاصل کرتے ہیں، اس کے نزدیک قبولیت دعا کا عقیدہ رکھتے ہیں، اس کے لیے شد رحال کرتے ہیں۔ والدہ محترمہ خیر النساء حفظہا اللہ نے یہ بات بتائی کہ اس کی تصویر بنائی جاتی ہے اور اس تصویر کشی کے لیے خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے، یہ تصاویر انتہائی بیش قیمت فروخت ہوتی ہیں اور گھروں کی دیوار پر اسے بطورِ تبرک آویزاں کیا جاتا ہے۔ یہ سب

---

۱ الآثار النبوية : ۲۷-۳۰

۲ التوسل – أنواعه و أحكامه: ۱۴۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



خلاف سنت ہے اور عمل صحابہ کے صریح مخالف۔

عدم وجود صحت دلیل یہ ہے کہ یہ محض اشکالات ہیں، محقق علماء نے ان کا انکار کیا ہے اور تسلیم کیا ہے کہ نعلین پر کوئی صحیح دلیل موجود نہیں۔ جیسا کہ احمد تیمور پاشا نے ان تمام علماء کا ذکر کیا ہے جنہوں نے نعلین کی صحتِ دلیل کا انکار کیا ہے۔[1]

علماء اہلِ بدعت کے درمیان بھی اس امر میں اختلاف اور تضاد نمایاں ہے۔ احمد رضا بریلوی کا فتویٰ ہے:-

"نعلین شریف کے نقش پر بسم اللہ لکھنے میں کچھ حرج نہیں۔"[2]

"حضور پاک کے نعلین پاک کے عکس کے درمیان بسم اللہ یا عہد لکھنا جائز ہے۔"[3]

اب اس کے برعکس مخالف فتویٰ ملاحظہ کیجیے:

مفتی اقتدار احمد نعیمی لکھتے ہیں:-

"نعلین پاک کے نقش پر بسم اللہ لکھنا یا اللہ لکھنا یا کوئی آیت وحدیث لکھنا شرعاً ناجائز اور بے ادبی ہے۔ نہ دائیں نہ بائیں نہ اوپر نہ نیچے۔ جو شخص جانتے بوجھتے، سمجھتے، عقل رکھتے ایسی گستاخی کرے وگمراہ ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہے۔"[4]

دوسری جگہ لکھتے ہیں:-

"سراسر گستاخی وگمراہی ہے۔"[5]

مزید لکھتے ہیں:-

"نقش پر اللہ کا نام لکھنا یا قرآن کی آیت لکھنا یا بسم اللہ شریف جو سخت ترین حرام،

---

۱ الآثار النبوية: ۶۸-۶۹

۲ فتاویٰ رضویہ: ۵ / ۴۱۳، رضا فاؤنڈیشن مرتبہ حافظ محمد عبد السلام سعیدی

۳ فتاویٰ بریلوی شریف، محمد عبد الرحیم، محمد یونس رضا

۴ نقش نعل پاک پر اسماء مبارک لکھنا: ۳

۵ ایضاً: ۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حرام، اشد حرام ہے۔" [1]

آخر میں میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مرکز السنۃ کی یہ دوسری کتاب طباعت کے لیے تیار کی اور ہماری مدد کی۔ میں الشیخ تنزیل اور الشیخ ابوالقاسم عبدالعظیم کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اسی طرح ان تمام احباب کا بھی جنہوں نے اس کی طباعت کے لیے ہماری مدد کی۔ بالخصوص ڈاکٹر محمد عاقب (برمنگھم، بریطانیا)، برادر شفقت صاحب (مانچسٹر، بریطانیا) اور میرے مربی خاص محمد نعیم شاہد صاحب (مانچسٹر، بریطانیا) جنہوں نے اس بدعت کے رد میں بریطانیا کے کونے کونے میں سفر کی مشقت اٹھائی تاکہ لوگوں کو صحیح راہ کی جانب نصیحت کرسکیں۔ جزاهم الله خيراً

آخر میں والدین محترمین حاجی محمد بشیر اور خیر النساء بنت عبدالعزیز کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس قیمتی کتاب کو انگریزی زبان میں منتقل کرنے کا مشورہ دیا تاکہ لیسٹر کی میمن برادری اس سے استفادہ کرسکے۔

ذوالفقار ابراھیم میمن
رئیس مرکز السنۃ، لیسٹر، بریطانیا
حالیاً مقیم فی المدینۃ النبویۃ
۹ صفر ۱۴۳۶ھ/ ۲۵ دسمبر ۲۰۱۴ء

---

[1] ایضاً: ۱۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# تعارف

الحمد لله رب العالمین، و الصلاة و السلام علیٰ خیر خلقه محمد و علیٰ آله و صحبه اجمعین، و بعد : عزیز گرامی ذوالفقار ابراہیم السّلفی سلمہ اللہ نے مجھے ایک کتاب "الدلیل المحکم فی نفی اثر القدم" کا مبارک ہدیہ پیش کیا، بڑا گراں قدر ہدیہ، یہ کتاب شیخ الکل، شیخ العرب والعجم المحدث، الفقیہ، الاصولی الامام سیّد محمد نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے۔ اس کتاب کا موضوع اس کے نام سے ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ کے قدم کے آثار پتھر وغیرہ پر منطبع نہیں ہوئے۔ مگر دہلی شہر میں آپ کے زمانے میں قدم رسول کے اثر کے پائے جانے کا دعویٰ کیا گیا اس کی تشہیر ہوئی۔ کسی نے قدم مبارک کے آثار کے وجود کا انکار کیا تو اس پر کفر کا فتویٰ لگا دیا گیا۔ تو سیّد امام نے اس کے نفی میں جو تحقیق پیش کی، یقیناً بے مثال ہے۔ چونکہ آپ محقق تھے، مقلد نہ تھے اس لیے ہر مسئلے کو تحقیق کی سان پر رکھ کر پرکھتے اور اسی کی دعوت دیتے کہ علماء کو چاہیے کہ بے بنیاد باتوں کو لوگوں میں مشتہر نہ کریں۔

سیّد امام نے مسئلے کو نصوصِ شریعت اور تاریخی تحقیق اور پھر عقل و نقل کی جتنی شقیں ہو سکتی تھیں ان سب کی روشنی میں اس مسئلے کو ایسا اجاگر کیا کہ اس تحقیق کے حق ہونے، یعنی قدم رسول ﷺ کے مطلق وجود کے نہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا۔

کوئی یہ نہ سمجھے کہ سیّد امام آثار رسول ﷺ سے تبرک حاصل کرنے کا انکار فرماتے تھے۔ جو ذات گرامی قرآن و سنت کے ادلہ کے پڑھنے پڑھانے اور اس کی دعوت دینے میں زندگی گزار چکا ہو۔ جس نے عرب و عجم میں تحقیق کا ذوق اس آخری زمانے میں دیا، وہ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



آثار رسول سے تبرک کا انکار کیسے کرسکتا ہے۔ ہاں وہ ذات گرامی اس تالیف کے ذریعہ یہی مطالبہ کر رہا ہے کہ جس چیز کی نسبت نبی اکرم ﷺ کی طرف کی جائے اس کا اسنادی ثبوت ضروری ہے یعنی جس طرح کسی حدیث کی تحقیق کے وقت راوی کے حالات دیکھ کر اور صحیح ہونے کی جو شروط ہیں انہیں دیکھا جاتا ہے۔ اسی طرح آثار قدم رسول کے ثبوت کے لیے صحابہ کرام سے لے کر تدوین اور تالیف کے وقت تک کے راوی قابل قبول ہونے کے ساتھ ساتھ اتصال سند بھی ضروری ہے، خارجاً کوئی علت اور سبب ضعف بھی نہ ہو۔

سیّد امام رحمۃ اللہ علیہ نے سبب تالیف کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"بندہ ناچیز پروردگار جبار کی رحمت کا امیدوار سیّد محمد نذیر حسین معبود بخشنہار اس کی خطاؤں کو درگزر فرمائے اور اسے فریب کاروں کے فریب اور اشرار کے شر سے بچائے عرض گزار ہے کہ زمانہ ھذا میں جب کہ بدعتیں مذہبی شعار و شناخت کے روپ میں منتشر ہیں، فسق و فجور کا دار دورہ ہے، سیّد الابرار ﷺ کی شاہکار سنتوں سے ناواقفیت آشکار ہے، اور امور دینیہ سے متعلق ائمہ اخیار کے مقرر کردہ قواعد وضوابط اور معتبر شروط کی بنا پر صحیح وسقیم اقوال وآراء کی معرفت اور تمیز ختم ہو چکی ہے، آج کل شہر دہلی میں ایک موہوم قدم شریف کے نشان وجود کے انکار پر سرکش و بے مہار افراد کی طرف سے تکفیری فتوی جاری ہوا ہے، اور اس کی خوب اشاعت ہوئی ہے اور یہاں اس کے پائے جانے کا اقرار بھی کیا گیا ہے، اور اعتبار سے خالی ساقط وسقیم روایات و اخبار کی بنیاد پر یہاں (شہر دہلی میں) اس کے وجود پر اجماع واتفاق ہو چکا ہے۔"

"لہٰذا بطور مشورہ اہل بصیرت کی عبرت کے لیے میں نے رسالہ ھذا کی تالیف فرمائی، اور ان حضرات کے لیے بھی جو شب و روز حسب فرمان الٰہی: اَعدِلُوا هُوَ أَقرَبُ لِلتَّقوَىٰ "تقوی کے شایان شان تو یہی ہے کہ عدل سے کام لیا کرو" پر عمل کیا کرتے ہیں۔"

مزید فرمایا ہے:-

"یاد رہے کہ یہاں ہماری یہ بحث اس معجزہ کے منقول اور مروی ہونے یا نہ ہونے کے

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بارے میں ہوگی، اور یہ کہ کیا یہ معجزہ صحیح وضعیف اخبار و روایات سے ثابت ہے یا نہیں؟ اس معجزہ کے امکان اور عدم امکان کی بحث میں ہم نہیں پڑیں گے، اس لیے کہ خرق عادت معجزات وکرامات کا صدور ظاہر عقل میں مستبعد اور محال نہیں ہے، بلکہ اہلِ اسلام خصوصاً اہل سنت کے نزدیک تو یہ عین ممکن ہے، اس باب میں کسی اہل ایمان کو شک وشبہ نہیں۔ بلکہ خرق عادت کا صدور تو آنحضرت ﷺ کی امت کے کسی بھی فرد سے ممکن ہے چہ جائیکہ آنحضرت ﷺ۔"

آثار رسول ﷺ کے وجود پر لوگوں کا اصرار اس وجہ سے ہوتا ہے کہ ان آثار سے تبرک حاصل کیا جائے۔

## آثار رسول ﷺ سے تبرک کا جواز

آثار رسول ﷺ کے ثبوت کے وقت کسی مسلمان کو شبہ تک نہیں آنا چاہیے کہ ان سے تبرک اور حصولِ برکت کی طلب جائز نہیں، اللہ رب العزت نے آپ کی ذات کو برکت والی ذات بنایا اور صحابہ کرام بخوبی جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خاص برکات سے نوازا ہے۔

زوجہ مطہرہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے مرض الموت میں معوذات پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا کرتے تھے، جب مرض کی شدت بڑھ گئی تو عائشہ رضی اللہ عنہا معوذات کا دم خود کرتیں مگر آپ کے دست مبارک کے برکت کی غرض سے آپ ہی کا ہاتھ لے کر آپ کے جسم مبارک پر پھیرتیں۔[1]

صحابہ کرام آپ ﷺ کے پسینے اور تھوک سے برکت حاصل کرتے۔ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ام سلیم کے گھر جاتے وہ آپ کے لیے اپنا بستر خالی کر دیتیں آپ اس پر سوتے۔ ایک دن آپ ﷺ ام سلیم کی غیر موجودگی میں آئے اور حسب عادت سو

---

[1] صحیح بخاری مع الفتح: ۱/۱۶۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



گئے۔ام سلیم کو بتایا گیا کہ نبی کریم ﷺ تمہارے بستر پر آرام فرما ہیں انہوں نے دیکھا کہ آپ کا پسینہ نکل کر بستر کے چمڑے کے ایک ٹکڑے میں جمع ہو رہا ہے، انہوں نے اپنا صندوقچہ کھولا اور پسینہ مبارک کسی چیز میں لے کر شیشوں میں نچوڑنے لگیں آپ ﷺ بیدار ہوئے اور کہا کہ ام سلیم کیا کر رہی ہو؟ ام سلیم نے کہا کہ اللہ کے رسول اپنے بچوں کے لیے برکت کی خاطر یہ پسینہ جمع کر رہی ہوں۔آپ ﷺ نے فرمایا اچھا کر رہی ہو۔ [1]

مسلم شریف ہی کی دوسری روایت میں ہے کہ ام سلیم نے کہا کہ میں یہ پسینہ اپنی خوشبو میں ملا دوں گی۔

صحیح بخاری میں ثمامہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ام سلیم نبی کریم ﷺ کے لیے چمڑا بچھا دیتیں آپ دن میں اس پر قیلولہ فرماتے جب آپ سو جاتے تو آپ کا پسینہ اور بال لے کر ایک شیشی میں جمع کر لیتیں اور پھر خوشبو میں ملا لیتیں، انس رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے وصیت فرمائی کہ وہی خوشبو ان کی لاش اور کفن میں لگائی جائے۔

ابن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے ام سلیم سے اس خوشبو کی طلب کی تو انہوں نے مجھے اس میں سے کچھ دیا۔ایوب سختیانی کہتے ہیں کہ میں نے اس میں سے کچھ ابن سیرین سے طلب کیا تو انہوں نے مجھے دیا۔وہ میرے پاس محفوظ ہے۔ابن سیرین کے دفن کے وقت وہی خوشبو ان کی لاش اور کفن میں لگائی گئی۔

صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب فجر کی صلاۃ سے فارغ ہوتے تو مدینہ کے خدام پانی کا برتن لے کر آتے، آپ اپنا دست مبارک ان کے پانی بھرے برتنوں میں ڈالتے، سردی کی صبح میں بھی لاتے تو آپ ﷺ اپنا ہاتھ پانی میں ڈال دیا کرتے تھے۔وہ اس لیے ایسا کرتے تھے کہ اسے پی کر شفا کی امید رکھتے تھے۔

اسی طرح سائب بن یزید سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میری خالہ مجھے نبی کریم

---

[1] صحیح مسلم مع شرح نووی : ۱۵/۸۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ﷺ کے پاس لے گئیں اور کہا کہ اے اللہ کے رسول میرا بھانجا بیمار ہے۔ آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا کی۔ آپ نے وضو فرمایا، وضو کا پانی میں نے پیا، پھر آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا تو میں نے آپ کے کندھوں کے درمیان حجلہ عروسی کے بٹن کی شکل کی مہر نبوت دیکھی۔

صحیح بخاری میں عروہ بن مسعود جو اس وقت کافر تھے، صلح حدیبیہ کے متعلق حدیبیہ میں آپ کے پاس آئے، تو انہوں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ جب تھوکتے ہیں تو زمین پر گرنے سے پہلے کوئی نہ کوئی آپ کا تھوک اپنے ہاتھ میں لے کر اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا ہے، اگر آپ کسی بات کا حکم فرماتے ہیں تو سب دوڑ پڑتے ہیں، وضو کرتے ہیں تو وضو کا پانی لینے کے لیے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لڑ پڑیں گے۔ آپ جب بولتے تو سب چپ چاپ سنتے، تعظیم وحترام میں آپ کی آنکھ سے آنکھ نہ ملاتے۔[1]

حجۃ الوداع میں آپ ﷺ نے اپنے موئے مبارک لوگوں میں تقسیم کیے تھے۔ آپ کے بعد اسی موئے مبارک کے ذریعے لوگ شفا کی امید رکھتے۔ عثمان بن عبداللہ بن موہب کہتے ہیں کہ مجھے میرے گھر والوں نے زوجہ مطہرہ ام المومنین ام سلمہ کے پاس پانی بھرا چاندی کا ایک پیالہ دے کر بھیجا۔ تاکہ نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک کو شفا طلبی کی غرض سے اس میں دھوئیں۔ اسی طرح جب کسی کو نظر بد لگ جاتی یا اور کوئی بیماری ہوتی تو وہ اپنا برتن ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آپ کے بال کی برکت سے شفا حاصل کرنے کی غرض سے بھیج دیتا اور میں نے جھانک کر دیکھا تو مجھے برتن میں چند سرخ بال نظر آئے۔

اسی طرح کی اور بھی روایتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے آثار سے صحابہ کرام تبرک لیتے تھے مگر آپ کے آثار کے ثبوت کے لیے صحیح دلیلوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ تو کیا اس زمانے میں آپ کے موئے مبارک، کپڑوں اور آپ کے برتنوں

---

[1] صحیح بخاری: ۳/۱۸۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میں سے کوئی چیز باقی بھی ہے؟ اس کے جواب میں کوئی مسلمان جو سچائی کا پابند اور تحقیق کے طریقوں سے واقف ہے، قطعی طور پر نہیں کہہ سکتا کہ فلاں چیز نبی کریم ﷺ کے جسم مبارک سے متعلق باقی ہے، یہ چیز بھی دیکھی جاتی ہے کہ آثار کے نام سے بہت سی چیزوں کا دعویٰ کیا جاتا ہے لیکن درحقیقت اس کا تحقیقی ثبوت نہیں۔

اور پھر وہی لوگ ان مصنوعی آثار کے پیچھے دوڑتے ہیں جو عام طور پر سنت رسول ﷺ کی پابندی نہیں کرتے، آباء واجداد کی روش پر چلنے ہی کو دین سمجھتے ہیں۔

علامہ البانی اپنی کتاب "التوسل: انواعہ واحکامہ" میں کہتے ہیں:-

"ایک چیز کی طرف اشارہ کر دینا ضروری سمجھتا ہوں وہ یہ کہ ہم نبی کریم ﷺ کے آثار آپ کی نشانیوں سے تبرک کے جواز پر ایمان رکھتے ہیں، ہم اس کا انکار نہیں کرتے، البتہ اس کے لیے چند شرطیں ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ

تبرک طلب کرنے والا شرعی طور پر مومن ہو، اگر وہ سچا مسلمان نہیں تو اس تبرک سے وہ فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

دوسری اہم شرط یہ ہے کہ برکت طلب کرنے والے کے پاس نبی کریم ﷺ کی کوئی نشانی بھی ہوتا کہ اس سے تبرک حاصل کر سکے اور ہم یہ بات یقینی طور پر جانتے ہیں کہ آپ کے آثار یعنی آپ کے لباس یا آپ کے بال یا آپ کے فضلات اس وقت کہیں پائے نہیں جاتے، کوئی شخص ان اشیاء کا وجود یقینی طور پر ثابت نہیں کر سکتا۔

اس صورت میں آپ کے آثار سے برکت طلب کرنے کا مسئلہ اس زمانے میں محض ایک خصوصی بحث اور بے موضوع بات بن کر رہ جاتا ہے۔ اس وجہ سے اس پر تفصیلی بحث بھی مناسب نہیں۔"

رہ گئی یہ بات کہ کیا یہ معجزہ اثر قدم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نہیں ہو سکتا؟ جب کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا یہ معجزہ مقام ابراہیم پر ثابت ہے۔ بسند صحیح انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہتے ہیں کہ میں نے مقام ابراہیم میں ابراہیم علیہ السلام کے دونوں تلووں اور پاؤں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کی انگلیوں کے نشانات دیکھے ہیں مگر لوگوں کے چھونے سے وہ مٹ گئے۔ ۱

تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ ﷺ کے لیے یہ معجزہ ہوسکتا تھا، مگر اس کا اسنادی اور تحقیقی ثبوت ہونا چاہیے، آپ ﷺ جبلِ حرا پر گئے، مختلف اوقات میں جاتے رہے، نبوت سے سرفراز ہونے کے بعد بھی گئے، جب کہ اسکن حراء کا واقعہ واقع ہوا، کسی صحابی نے یا تابعی اور اصحابِ تابعین یا قرون ثلاثہ مفضلہ کے کسی شخص نے یہ بیان نہیں کیا کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کے قدم کے آثار ان پتھروں میں دیکھے۔ غارِ ثور گئے، کسی نے آثارِ قدم کا ذکر تک نہیں کیا، بلکہ عرب قیافہ شناسی میں بہت مہارت رکھتے تھے، اگر پہاڑ چڑھتے ہوئے غار تک آپ ﷺ کے آثارِ قدم پتھروں میں طبع ہوجاتے تو کفارِ قریش ضرور غارِ ثور میں پناہ لینے کا پتہ لگا لیتے۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ کو اللہ نے بہت سے معجزات سے نوازا جو بسندِ صحیح ثابت ہیں:-

۱ معجزہ شق القمر۔ ۲

۲ پانی میں برکت کا ہونا اور پانی کا آپ ﷺ کی انگلیوں کے درمیان سے ابلنا۔ ۳

۳ کافرہ عورت کے دو مشکیزوں سے پانی کی اتنی زیادتی کہ سفر میں شریک تمام صحابہ نے پانی پیا، اونٹوں کو پلایا اور اپنے مشکیزوں کو بھر لیا۔ ۴

۴ ایک عام پیالہ کے دودھ میں اتنی برکت کا ہوجانا کہ ۷۰ اصحاب صفہ اس سے سیر ہو گئے۔ ۵

---

۱ تفسیر ابن کثیر: ۱/ ۲۴۶

۲ صحیح بخاری: ۳۸۶۸، صحیح مسلم: ۲۸۸۰

۳ صحیح بخاری: ۳۳۸۰، صحیح مسلم: ۲۲۷۹

۴ صحیح بخاری: ۳۳۷، ۳۵۷، صحیح مسلم: ۶۸۲، ۳۰۱۳

۵ صحیح بخاری: ۶۴۵۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۵ ہجرت کے راستے میں ایسی بکری سے دودھ دوہ کر پینا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پلانا، جو ابھی حاملہ ہونے کے لائق بھی نہ تھی اور نہ ہی نر بکرے نے اس سے جفتی کی تھی۔ [۱]

۶ کسی سائل صحابی کو جو کا کچھ حصہ دیا تو اس میں اتنی برکت ہوئی کہ وہ بہت دنوں تک اس میں سے بیوی کے ساتھ کھاتے رہے۔ [۲]

۷ حضرت جابر کے کھجوروں کی کثرت و برکت کہ تمام قرض ادا ہو گیا مگر اس میں کمی نہ آئی۔ [۳]

۸ ابوعبید کے گوشت میں برکت کا ہونا کہ وہ بکری کے دستہ پر دستہ نکالتے چلے جاتے۔ [۴]

۹ جابر رضی اللہ عنہ کے کھانے کی برکت۔ [۵]

۱۰ ایک بکری کی اوجھڑی میں ۱۳۰ آدمیوں کا آسودہ ہو جانا۔ [۶]

۱۱ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے کھانے میں برکت۔ [۷]

۱۲ ام سلیم کے ایک پلیٹ کھانے میں ستر بہتر آدمیوں کا آسودہ و سیر ہو جانا۔ [۸]

۱۳ کھانا کھاتے وقت کھانے سے تسبیح کی آواز کا آنا۔ [۹]

---

۱ مسند احمد: ۴۶۲، مسند طیالسی، منحۃ المعبود نمبر ۲۴۵۶

۲ صحیح بخاری

۳ صحیح بخاری ۲۱۲۷، ۲۳۹۰، ۲۳۹۶

۴ سنن الدارمی ۴۵، ومسند احمد ۲: ۳۹۴

۵ مستدرک الحاکم ۴: ۱۱۱

۶ صحیح بخاری: ۵۰۶۷، صحیح مسلم: ۲۰۵۶

۷ صحیح بخاری: ۳۱۰۲، ۳۵۷۸، صحیح مسلم: ۲۰۳۹، ۲۰۴۰

۸ صحیح مسلم: ۱۴۳۳۰

۹ صحیح بخاری: ۳۳۸۹، ۳۵۷۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۱۴ درخت کا آپ ﷺ کے اشارے سے جھک جانا۔ ۱

۱۵ درخت کا چل کر آ کر نبی کریم ﷺ کو سلام کرنا۔ ۲

۱۶ انصار کے اڑیل اونٹ کا نبی ﷺ کے بلانے پر سر جھکا کر آپ کے پاس آ جانا۔ ۳

۱۷ نبی کریم ﷺ کے فراق میں کھجور کے سوکھے تنے کا بلبلا کر رونا۔ ۴

وغیرہ وغیرہ بہت سے معجزات ہیں جن کی صحت کی تاکید سے کسی کو انکار نہیں۔ انکار اس قسم کے معجزات پر ہے جو فرضی یا گھڑے ہوئے ہیں، جن کا ثبوت نہیں۔ ہمارے نبی محمد ﷺ کے لیے نہ حدیث گھڑنے کی ضرورت ہے اور نہ مناقب و مدائح، نہ معجزات و کرامات۔ اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو جو رفعت و بلندی عطا فرمائی وہ کافی ہے، قرآنِ کریم کا معجزہ سب سے عظیم معجزہ ہے، اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ رب العزت نے ہی لی، یہ سب سے بڑا معجزہ ہے۔ آپ ﷺ کی احادیث مبارکہ کی حفاظت کی ذمہ داری بھی لی کیونکہ قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری کے تحت احادیث رسول ﷺ کی ذمہ داری بھی شامل ہے، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:-

وَأَنزَلنَآ إِلَيكَ ٱلذِّكرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيهِم - النحل: ۴۴

"قرآنِ کریم ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے، تاکہ آپ اسے لوگوں کے سامنے واضح کریں۔"

مزید فرمایا:-

لَا تُحَرِّك بِهِۦ لِسَانَكَ لِتَعجَلَ بِهِۦٓ ۝ إِنَّ عَلَينَا جَمعَهُۥ وَقُرءَانَهُۥ ۝ فَإِذَا قَرَأنَٰهُ فَٱتَّبِع

۱ صحیح مسلم: ۳۰۱۲

۲ مستدرک الحاکم: ۲: ۶۱۷

۳ مسند احمد: ۱۳۹۲۳

۴ صحیح بخاری

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قُرْءَانَهُۥ ۱۸ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُۥ ۱۹ - القیامۃ: ۱۶-۱۹

" حفظ قرآن کی خاطر آپ جلدی یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو نہ ہلائیں۔ ہمارے ہی ذمہ اس کو جمع اور محفوظ کرنا، پھر ہمارے ہی اوپر اس کی توضیح وتفسیر بھی ہے۔"

یہ بات بھی حاضر ذہن رہنی چاہیے کہ وہی شخص نبی اکرم ﷺ کی صحیح اور ضعیف احادیث کی اور صحیح اور ضعیف تمام منسوبات کی تحقیق اور جستجو میں رہے گا جس نے اللہ اور رسول کے علاوہ کسی اور کو متبع اور مقلّد نہیں بنایا۔

وَلَمْ يَتَّخِذُوا۟ مِن دُونِ ٱللَّهِ وَلَا رَسُولِهِۦ وَلَا ٱلْمُؤْمِنِينَ وَلِيجَةً ۚ التوبۃ: ۱۶

اتباع کامل کو اپنا منہج (طریقہ اعتقاد وعمل) بنایا۔ کیونکہ اللہ رب العزت والجلال کا یہی حکم ہے۔

وَمَآ أُمِرُوٓا۟ إِلَّا لِيَعْبُدُوا۟ ٱللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ ٱلدِّينَ - البینۃ: ۵

سیّد امام نذیر حسین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ ایک سلفی، اثری، اہل حدیث محدث و فقیہ تھے۔ اس وجہ سے انہیں کا حق تھا کہ یہ تحقیق انیق اور توضیح بے نظیر امت کے سامنے پیش فرمائیں اور "لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ" کا حق ادا فرمائیں، انہوں نے اس حق کو ادا کیا اور ایسا ادا کیا کہ مجوث فیہ مسئلہ میں شبہ کی گنجائش نہ رہی یعنی دہلی میں نبی کریم ﷺ کے اثر قدم کے وجود کا دعویٰ سرے سے غلط ہے۔ صحیح روایات سے ثابت ہی نہیں کہ آپ کے اثر قدم پتھروں میں منطبع ہو جاتے تھے۔ خیر القرون میں اس کا تذکرہ تھا ہی نہیں، بعد کے لوگوں نے اس کا دعویٰ کیا جو بے دلیل ہے۔ اس کے دیکھنے کے لیے سفر کر کے آنا غیر شرعی سفر ہے۔ اس سے تبرک طلب کرنا جائز نہیں جیسا کہ علماء حق نے اس قسم کے مسائل میں فرمایا ہے۔ اللہ غریقِ رحمت فرمائے سیّد امام کو اور ہرا بھرا رکھے ہر اس شخص کو جو نبی کریم ﷺ کی سنت کا احیاء کرے اور صحیح اور ضعیف کی تمیز کر کے امت کو غلط راہ پر جانے سے روکنے کا سبب بنے۔ آمین

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دنیا کے گوشوں میں مختلف مقامات پر لوگوں نے آثارِ رسول ﷺ کے وجود کا دعویٰ کر رکھا ہے جو قطعاً بے سند اور بے دلیل ہیں۔ کسی زمانے میں کشمیر میں موئے مبارک کا شور تھا۔ افغانستان میں رومالِ رسول ﷺ کے نام کا کوئی کپڑا لٹکا رکھا تھا، معلوم نہیں اب ہے کہ نہیں۔ جامع مسجد دہلی میں نبی کریم ﷺ کے نعلین کے وجود کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔ کہیں نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب ایک بڑی سی چوٹی کے موجود ہونے کا دعویٰ کیا جا رہا ہے۔

اس کے علاوہ اور دوسری اشیاء کو منسوب کر کے لوگوں کو گمراہ کیا جا رہا ہے۔ اللہ رب العزت ان علماء کو ہدایت دے جو بے سروپا باتوں کی تائید کر کے عوام کو ناجائز کام کی ترغیب دیتے ہیں اور عوام کو چاہیے کہ صحیح دین جو کتاب وسنت سے ثابت ہے اس کو اختیار کریں اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

عزیزم ذوالفقار سلفی نے بتایا کہ اس کتاب کو مرکز السنۃ سے شائع کرنا چاہتے ہیں، اللہ رب العزت مرکز کو مزید توسیع بخشے اور اس کے ذریعہ سنت رسول کی اشاعت کرائے۔ آمین

وکتبہ: وصی اللہ محمد عباس
المدرس بالمسجد الحرام
وجامعۃ ام القریٰ (المکۃ المکرمۃ)

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# سخن ہائے گفتنی

---(۱)---

نقش قدم کا تصور بہت پرانا ہے۔قدیم ہندوستان میں آریہ مذہب کے پیروکار جب کسی شخصیت کو اپنا مرکز عقیدت بناتے تو ان کی جوش عقیدت درخت کے پتوں میں ان کی شبیہ اور پتھروں میں ان کے نقوش قدم دریافت کر لیتی۔اس قسم کے تصورات کسی نہ کسی درجے میں قدیم یہودیوں اور نصرانیوں میں بھی پائے جاتے تھے۔

جزائر فجی میں ایک نقش قدم پایا جاتا ہے جسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا نقش قدم قرار دیا گیا ہے۔اسی طرح یروشلم کی ایک مسجد کی ملکیت میں سیدھے پیر کا ایک نقش ہے جسے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نقش قدم باور کرایا جاتا ہے۔روم کے چرچ سینٹ میری میں دونوں پیروں کا نقش محفوظ ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے قدموں کا نشان ہے۔[1]

اسی طرح حرم مکہ میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام، دمشق میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام، بیت المقدس میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، بیت المقدس ہی میں سیدنا ادریس علیہ السلام اور شام میں سیدنا ایوب علیہ السلام کے نقوش قدم پائے جانے کے دعوے کیے جاتے ہیں۔[2]

مشہور فرانسیسی مستشرق ڈاکٹر گستاولی بان نے اپنی مشہور کتاب "تمدن ہند" میں لکھا

---

۱ تفصیل کے خواہشمند Rivka Gonen کی کتاب Biblical Holy Places اور George Guest کی کتاب Footprints of Ancient History ملاحظہ فرمائیں۔ یقیناً اس کے علاوہ بھی مزید کتب اس موضوع پر تالیف کی گئی ہوں گی اور دستیاب ہوں گی۔

۲ الآثار النبوية : ٦٥-٦٦

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے:-

"وہ اسلام جو اس وقت ہند میں رائج ہے اس کی حالت بھی بالکل ویسی ہی ہوگئی ہے جیسی ہند کے اور مذاہب کی، اور نہ اس میں وہ مساوات قایم ہے جس کی وجہ سے اس کو اوائل میں اس قدر کامیابی ہوئی۔ ہند کے مسلمانوں میں بھی ذات کا تفرقہ داخل ہو گیا ہے اگر الفاظ میں نہیں تو عملاً پوری طرح جاری ہے۔ ہند کے اسلام نے کچھ باتیں بدھ مذہب سے بھی اختیار کی ہیں جن میں تبرکات کی پرستش شامل ہے۔ جس طرح بودھوں میں شاکیا منی کے دانت اور بال پوجے جاتے ہیں اسی طرح ہند کے مسلمانوں میں موئے مبارک کی پرستش ہوتی ہے۔ بعض نشان قدم ایسے ہیں جن کو اپنے اپنے اعتقاد کے مطابق ہندو، بدھ اور برہمن، برہما، شاکیا منی اور حضرت رسول اللہ کا قدم سمجھ کر پرستش کرتے ہیں۔" ۱

اسی طرح مشہور سیّاح ابنِ بطوطہ نے اپنے مشاہداتِ سفر بیان کرتے ہوئے سری لنکا میں جو مشہور زمانہ نقشِ قدم پایا جاتا ہے، اس کے بارے میں بتایا ہے:-

"یہ قدم شریف، بدھوں کے نزدیک مہاتما بدھ کا، ہندوؤں کے ہاں شیوا جی کا، اور مسلمانوں کے خیال میں حضرت آدم علیہ السلام کا ہے۔" ۲

علامہ سیّد سلیمان ندوی اس نقشِ قدم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"جنوبی ہندوستان اور ہندوستان کے جنوبی جزیروں سے عربوں کے تعلقات سب سے زیادہ رہے اور اس کا سبب تجارت کے علاوہ سراندیپ کے ایک روایتی نقش قدم کی زیارت کی کشش بھی تھی۔" ۳

مزید لکھتے ہیں:-

---

۱ تمدن ہند: ۴۵۵، مترجم سید علی بلگرامی

۲ سفرنامہ ابن بطوطہ: ۲/ ۲۱۷

۳ عرب و ہند کے تعلقات: ۲۳۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



"مشہور ہے کہ سراندیپ، سیلون یا لنکا جو کہو، اس کے ایک پہاڑ کی چٹان پر پاؤں کا ایک نشان ہے، خدا جانے کب سے اس پاؤں کا نشان لوگوں کی عقیدتوں کا مرکز ہے، مگر سب سے عجیب بات یہ ہے کہ یہ نقش قدم مسلمان عربوں، بودھوں، اور عام ہندوؤں، تینوں کی دلی عقیدتوں کا متحدہ مرکز تھا اور یہ وہ چیز ہے جس کی دوسری مثال مذہب کی دنیا میں پیش نہیں کی جاسکتی۔ مسلمان اس کو حضرت آدم کا نقش قدم سمجھتے ہیں اور اس کی عزت کرتے ہیں، بودھ اس کو شاکیہ مونی کے قدم کا نشان اور ہندو شیو کے پاؤں کا نشان سمجھتے ہیں اور اس کی تعظیم بجا لاتے ہیں۔ دور دور سے لوگ اس کے جاترے کو جاتے ہیں۔"[1]

---( ۲ )---

نبی کریم ﷺ کے معجزات کے باب میں چند موضوع، من گھڑت اور سخت ضعیف روایات ملتی ہیں جن میں نقشِ قدم رسول کا معجزہ مذکور ہے۔" اردو دائرہ معارف اسلامیہ" میں" قدم شریف" کے عنوان سے ٹی ڈبلیو آرنلڈ کا مقالہ مندرج ہے۔ اس میں لکھا ہے:-

" آنحضرت ﷺ سے جو معجزات عام طور پر منسوب کیے جاتے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب آپ ﷺ کسی چٹان پر چلتے تھے تو آپ ﷺ کے پاؤں کا نشان پتھر پر رہ جاتا تھا۔ اس معجزے کا ذکر بالعموم آپ ﷺ کے دیگر معجزات کے ساتھ کیا جاتا ہے، مثلاً آپ ﷺ کا سایہ نہیں پڑتا تھا، اگر آپ ﷺ کا موے مبارک آگ میں ڈالا جاتا تو وہ جلتا نہیں تھا اور آپ ﷺ کے لباس پر مکھیاں نہیں بیٹھتی تھیں، وغیرہ (دیکھیے الحلبی: السیرۃ الحلبیۃ، بولاق ۱۲۹۲ھ، ۳: ۴۰۷)، یا یہ کہ ریت میں آپ ﷺ کے نعلین کے نشان نہیں بنتے تھے (دیکھیے ابن حجر الہیتمی: شرح القصیدۃ

---

۱ عرب و ہند کے تعلقات: ۲۳۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الہمزیۃ از البوصیری، شعر ۱۷۶، مخطوطہ انڈیا آفس، Loth، شمارہ ۸۲۶، ورق ۹۴) مستند اور صحیح احادیث و آثار میں ایسے کسی معجزے کا ذکر نہیں ملتا اور جیسا کہ خود جلال الدین السیوطی نے اشارہ کیا ہے (دیکھیے الحلبی: کتاب مذکور، ۱: ۴۹۷)، اس کی تصدیق میں کوئی حدیث بھی پیش نہیں کی جا سکتی، لیکن دنیائے اسلام کے مختلف حصوں میں رسول اللہ ﷺ کے ایک یا دونوں پاؤں کے نقوش موجود ہیں، جن کا بہت احترام کیا جاتا ہے۔"[1]

علامہ محمد بن یوسف الصالحی الدمشقی اپنی مایہ ناز کتاب "سبل الهدیٰ و الرشاد" میں لکھتے ہیں:-

"ذکر کثیر من المداح ان النبی ﷺ کان اذا مشی علی الصخر غاصت قدماه فیه۔ و لا وجود لذٰلک فی کتب الحدیث البتة۔ و قد انکره الامام برهان الدین الناجی – بالنون – الدمشقی رحمه الله تعالیٰ و جزم بعدم وروده، و الشیخ رحمه الله تعالیٰ فی فتاویه و قال انه لم یقف له علی اصل و لا سند و لا رای من خرجه فی شیء من کتب الحدیث و نامیک باطلاع الشیخ رحمه الله تعالیٰ۔ و قد راجعت الکتب اللاتی ذکرها فی آخر الکتاب فلم ار من ذکر ذٰلک، فشیء لا یوجد فی کتب الحدیث و التواریخ کیف تسوغ نسبته للنبی ﷺ ؟ !۔"[2]

"بہت سے متأخر نعت گویوں نے ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ جب پتھر پر چلتے تھے تو آپ کے دونوں قدم اس میں دھنس جاتے تھے، لیکن حدیث کی ایک بھی کتاب میں اس کا سرے سے ذکر نہیں ہے۔ امام برہان الدین ناجی دمشقی نے اس کا انکار کیا ہے اور اپنے فتاویٰ میں کوئی بھی ایسی روایت نہ ہونے کا یقین کیا ہے اور کہا ہے کہ: انہیں اس

---

۱ اردو دائرہ معارف اسلامیہ: ج ۱۶ ص ۳۱۴

۲ سبل الہدیٰ والرشاد: ۲/ ۱۰۶-۱۰۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



روایت کی بنیاد اور سند کی واقفیت نہیں ہے اور نہ حدیث کی کسی بھی کتاب میں دیکھا ہے کہ فلاں نے اپنی سند سے اسے بیان کیا ہے۔ شیخ ناجی کی یہ وسعت معلومات ہی تمہارے لیے کافی ہے اور خود میں (رکن الدین شامی) نے اس کتاب کے آخر میں ذکر کردہ مراجع ومصادر کی کتابوں کو کھنگال ڈالا، تو میں نے بھی نہیں دیکھا کہ کسی نے اسے بیان کیا ہو۔ لہٰذا جو چیز حدیث اور تاریخ کی ایک کتاب میں بھی نہیں ملتی نبی ﷺ کی طرف اس کی نسبت کیسے مناسب ہوگی؟۔"

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی سے سوال ہوا:-

"اصل نقش پائے شریف کہ آنرا مشہر بقدم شریف کنند در حدیثات آمدہ۔"

"نقش پائے شریف کی کچھ اصل کہ لوگ قدم شریف مشتہر کرتے ہیں، حدیث سے ثابت ہے؟"

جواب دیا:-

"محدثین صحیح نمیدانند مگر جلال الدین سیوطی نوشتہ است ہر چند سند آنرا تلاش کردم نیافتم۔"[1]

"محدثین صحیح نہیں جانتے مگر جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ ہر چند میں نے اس کی سند کو تلاش کیا مگر نہیں پایا۔"

شاہ صاحب مزید فرماتے ہیں:-

"در قصیدہ بردہ گفتہ کہ اثر قدم شریف کہ ثابت است در ریگ نمی افتاد عوض آن در سنگ اثر می کرد ہر چند معنی اثر دیگر ہم میتواند شد۔"[2]

"قصیدہ بردہ میں لکھا ہے کہ قدم شریف کا اثر ریت میں ظاہر نہیں ہوتا تھا البتہ پتھر پر ظاہر ہوتا تھا اگرچہ اثر کے دیگر معنی بھی لیے جاسکتے ہیں۔"

---

۱ ملفوظات شاہ عبدالعزیز دہلوی: ۲۳

۲ ملفوظات شاہ عبدالعزیز دہلوی: ۲۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سیوطی کے انکار پر نواب صدیق حسن خاں فرماتے ہیں:-

"ومعلوم ست کہ دراحاطہ حارو بارد ومعرفت رطب و یابس احدی بسیوطی نمیرسد وچون از وے این انکار ثابت شد گویا انکارش از تمام عالم ثابت گردیدہ۔"[1]

"معلوم ہے کہ رطب و یابس کی معرفت اور اس کا احاطہ کرنے میں سیوطی فردِ یگانہ ہیں، ان کے انکار کا ثابت ہونا گویا تمام عالم کا انکار ثابت ہونا ہے۔"

یہاں یہ ذکر بے محل نہیں کہ شیخ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب "أنموذج اللبیب فی خصائص الحبیب" میں اثرِ قدم کا ذکر کیا ہے، قائلینِ نقشِ قدم اس سے استدلال کرتے ہیں کہ پہلے شیخ سیوطی کو اثر قدم والی روایت نہیں ملی اسی لیے انہوں نے اس کا انکار کیا جب مل گئی تو اپنی کتاب میں اس کا ذکر کر دیا۔ لیکن راقم کا تأثر اس کے برعکس ہے پہلے انہوں نے اپنی کتاب میں بلا سند اثر قدم کو بیان کیا بعد میں اس کا اعتراف اپنی دوسری تحریر میں کیا کہ مجھے باوجود تلاش وتفحص یہ روایت نہ مل سکی، اگر روایت مل گئی ہوتی اور انہوں نے اپنے موقف سے رجوع کیا ہوتا یعنی اثر قدم کی روایت کو تسلیم کر لیا ہوتا تو لازم تھا کہ وہ ایسی کوئی حدیث مع سند نقل کرتے۔

سیّد محمد بن عبدالجلیل بلگرامی[2] اپنی کتاب "تبصرۃ الناظرین" میں لکھتے ہیں:-

"درکتب تواریخ وسیر وتفسیر وحدیث دیدہ نشد کہ پائے شریف آنحضرت ﷺ برسنگی نقش شدہ باشد چنانکہ پائے مبارک حضرت ابراہیم علیہ السلام نقش شدہ بود اگرچہ ایں کار ادنیٰ درجہ معجزات ست۔"[3]

---

[1] دلیل الطالب علی ارجح المطالب: ۸۷۸

[2] میر سید محمد بن عبدالجلیل حسینی بلگرامی (۱۱۰۱ھ-۱۱۸۵ھ) بلگرام میں پیدا ہوئے۔ اپنے والد سے اخذ علم کیا۔ "تبصرۃ الناظرین" (فارسی) ان کی مشہور کتاب ہے۔ (نزہۃ الخواطر: ۶/ ۲۶۸)

[3] بحوالہ "دلیل الطالب علی ارجح المطالب": ۸۷۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



"کتب تواریخ، سیرت، تفسیر اور حدیث میں نہیں دیکھا گیا کہ آپ ﷺ کا قدم شریف کسی پتھر پر نقش ہوا ہو، جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قدم شریف نقش ہوگیا تھا، اگرچہ یہ آپ ﷺ کا نہایت معمولی سا معجزہ ہوسکتا ہے۔"

احمد تیمور پاشا اپنی کتاب "الآثار النبوية" میں لکھتے ہیں:-

"المعروف الآن من هذه الاحجار سبعة : اربعة منها بمصر، و واحد بقبة الصخرة ببيت المقدس، و واحد بالقسطنطنية، و واحد بالطائف، و هی حجارة سوداء الی الزرقة فی الغالب علیها آثار اقدام متباينة فی الصورة و القدر لا يشبه الواحد منها الآخر۔ و قد الف العلامة احمد ابن محمد الوفائی الشافعی المعروف بابن العجمی المتوفی سنة ۱۰۸۶ رسالة سماها : "تنزيه المصطفیٰ المختار عما لم يثبت من الاخبار" بين فيها عدم صحة هذه الاحجار، و ان لا سند لما ورد فيها۔" [1]

"اس وقت سات ایسے پتھر معروف ہیں [2] (جن کے لیے دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ان پر نبی کریم ﷺ کے قدم مبارک کے نقش محفوظ ہیں)، ان میں سے چار مصر میں، ایک قبہ صخرہ بیت المقدس میں، ایک قسطنطنیہ میں اور ایک طائف میں ہے۔ یہ کالے پتھر ہیں جن پر نیلگوں (آسمانی) رنگ غالب ہے۔ قدموں کے یہ تمام آثار صورت اور قدر میں باہم مختلف ہیں، ایک کو دوسرے سے کوئی مشابہت نہیں۔ علّامہ احمد بن محمد الوفائی الشافعی معروف بہ ابن عجمی المتوفی ۱۰۸۶ھ نے تنزیہ المصطفیٰ المختار عما لم یثبت من

---

[1] الآثار النبوية : ۴۹

[2] اس فاضل محقق کو برصغیر پاک و ہند کی خبر نہیں جہاں ایسے متعدد شہر ہیں جن میں ایک سے زائد نقشِ قدم جوشِ عقیدت نے دریافت کر لیے ہیں۔ کراچی میں ۶، لکھنؤ میں ۴، جون پور میں ۴ اور رام پور میں ۳ نشانِ قدم پائے جاتے ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الاخبار تالیف کی ہے جس میں ان پتھروں کی عدم صحت کا ذکر کیا ہے، و نیز یہ کہ اس ضمن میں جو روایت بیان کی جاتی ہیں ان کی کوئی سند نہیں۔"

---( ۳ )---

استناد سے محروم اور محدثین کرام کی سخت ترین جرح کے باوجود عالم اسلام میں خوش عقیدہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نقشِ قدم کے تصور کو نہ صرف قبول کرتی ہے بلکہ بکثرت مقامات پر اس کی زیارتیں کرائی جاتی ہیں۔ ان نقوشِ قدم کو نہ صرف تبرک بلکہ توسل، استعانت اور استغاثہ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ زندہ انسانوں سے کہیں زیادہ اس کی تعظیم کی جاتی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی عظمت و رفعت یقیناً محتاجِ بیان نہیں۔ ان کی ذات گرامی اس بات سے کہیں بالاتر ہے کہ من گھڑت اور باطل روایات کا سہارا لے کر جھوٹے قصوں کو ان کی جانب منسوب کیا جائے۔ مسلمانوں کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی طرف قصداً جھوٹ کا انتساب کرنے والا جہنمی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی سیرت مطہرہ کے کسی بھی پہلو میں کذب و افترا کا امکان رَوا نہیں رکھا جا سکتا۔ نقشِ قدم سے کہیں بڑے اور عظیم المرتبت معجزات احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہیں۔ خود نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی عزیمت و استقامت کا ایک عظیم معجزہ ہے[1] قرآن کریم اپنے الہامات اور مختلف النوع

---

[1] برسبیل تذکرہ عرض ہے کہ مشہور کانگریسی لیڈر اور پختون رہنما خان عبد الغفار خان جب ۱۹۲۶ء میں فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے تشریف لے گئے، تو وہاں ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا، اپنی روداد سفر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"طائف میں ایک واقعہ جو مجھے درپیش آیا قابل ذکر ہے۔ ایک دن شہر میں سے باہر نکلا ہی تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی جو دراز ریش ہے اور ایک لمبا جبہ پہنے ہوئے ہے مجھے آوازیں دے رہا ہے: "اے شیخ تعال تعال یعنی ادھر آؤ۔" میں اس کے قریب چلا گیا تو اس نے مجھ سے کہا ==

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



علوم و افکار کا ایک زندہ معجزہ ہے اور ہر گزرتی ساعت اس کتاب مقدس کے انکشافات علمیہ کے ظہور کے ساتھ ہی اس کے منزل من اللہ ہونے کی دلیل بین بنتی جا رہی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے جو معاشرہ تشکیل دیا اس کے مقدس افراد اپنے کردار و عمل اور انجذابِ خیر و تاثیرِ حق کا ایک معجزہ تھے۔ تاریخِ انسانی میں ان سے زیادہ روشن مثال نہ پہلے آئی اور نہ ان کے بعد آ سکی۔

نبی کریم ﷺ کے صحیح اور سچے معجزے کا انکار اگر غلط ہے تو بعینہ ان کی جانب جھوٹے معجزات کا انتساب بھی باطل ہے۔ نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی اپنی رفعت و منزلت کے لیے کسی باطل قصے کے انتساب کی قطعاً محتاج نہیں۔ نواب صدیق حسن خاں اپنی مشہور کتاب "دلیل الطالب علیٰ ارجح المطالب" میں لکھتے ہیں:-

" ونمی گویم کہ وقوع معجزہ نقش قدم برسنگ از جناب نبوت نزد احدی از مسلمین مستحیل یا مستبعدست۔ زیرا کہ چون از حضرت رفیع وی صللم مثل معجزہ شق القمر بالای آسمان صادر شدہ باشد۔ پس وقوع نقش قدم برحجر زمین کدام وقعت دارد لیکن سخن در ثبوت این معجزہ بنص شرع و دلیل سنت و شہادت اہل حدیث ست و اگر ثابت شود سخن در تعیین آن و وجودش بسند متصل در بلد خاص کہ ادعای آن میکنند خواہد رفت و اگر تعین آن ہم

---

== " یہاں رسول اللہ ﷺ کی داڑھی کا ایک بال پڑا ہوا ہے اور اس کے ساتھ ایک پتھر بھی پڑا ہے جس پر رسول اللہ ﷺ کے پاؤں کا نشان ہے۔" میں نے اسے جواب دیا: " میں یہاں اس لیے نہیں آیا ہوں بلکہ میں یہاں اس لیے آیا ہوں کہ میں اس رسول پاک ﷺ کا وہ صبر اور ہمت دیکھوں کہ وہ مکے سے ان دشت بیابانوں میں لوگوں کے بھلے کے لیے یہاں طائف میں آتے ہیں اور طائف کے لوگ انہیں پتھر مارتے ہیں، ان کے پیچھے کتے لگاتے ہیں، انہیں زدوکوب کرتے ہیں اور وہ ان سب زیادتیوں کے باوجود اپنی قوم سے مایوس نہیں ہوتے۔ بلکہ اس کے لیے دست بہ دعا ہوتے ہیں کہ خدایا! تو میری قوم کو ہدایت دے کہ وہ نیکی کے راستے پر چلے۔" میرا یہ جواب سن کر وہ دراز ریش آدمی کچھ نہ کہہ سکا۔ خاموش ہو کر رہ گیا۔" (آپ بیتی خان عبدالغفار خان: ۱۰۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دست بہم دہد ہنوز کلام در تقبیل و تلثیم و استشفاء بمغسول آن باقی ست۔" [1]

"میں یہ نہیں کہتا کہ پتھر میں آپ ﷺ کا نقش قدم پڑ جانے کا معجزہ کسی مسلمان کے نزدیک محال اور مشکل ہے، کیونکہ جب آپ ﷺ سے آسمان پر شق القمر کا معجزہ صادر ہوسکتا ہے تو زمین کے پتھر پر آپ ﷺ کا نقش قدم پڑ جانے کی کیا وقعت؟ ہماری بحث تو نص شرعی، دلیل سنت اور محدثین کی شہادات کے ذریعہ اس معجزہ کے اثبات سے ہے۔ پھر اگر یہ معجزہ ان دلائل سے ثابت بھی ہو جائے تو ہماری بحث کسی خاص شہر میں جہاں کے لوگ اس معجزہ کے دعویدار ہیں وہاں سند متصل کے ذریعہ اس کے وجود اور تعیین کے بارے میں ہے۔ پھر اگر یہ بھی متعین ہو جائے تو بھی اس کے بوسہ دہی اور اس کے آب غسل سے شفا یابی کے ثبوت کی بحث باقی رہ جاتی ہے۔"

راقم الحروف نے اپنی کتاب حکمت اسلام کے منافی موضوع روایات (غیر مطبوعہ) میں ایک مقام پر ایک نبی کریم ﷺ کی فضیلت میں بیان کی گئی ایک موضوع روایت کی تردید کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"جہاں تک نبی کریم ﷺ کے مرتبے کا تعلق ہے تو بلا شبہ وہ اللہ رب العزت کے نزدیک نہایت بلند و برتر مقام پر فائز ہیں اور اس کے لیے انہیں قطعاً کسی موضوع روایت سے اثبات کی ضرورت نہیں۔ اس روایت کو موضوع اس لیے قرار دیا جا رہا ہے کہ یہ موضوع ہے نہ کہ اس لیے کہ خدانخواستہ کوئی جاہِ رسول عربی فداہ امی و ابی ﷺ کا منکر ہے۔ خود اللہ رب العزت نے فرمایا ہے: وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (الشرح: ۴)" اور ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کیا" یہ نبی کریم ﷺ ہی ہیں جو انبیائے کرام علیہم السلام کے مقدس گروہ کے سردار، خیر الامم کے ہادی، روزِ جزا میں مومنین کی شفاعت کرنے والے اور جنت میں قافلۂ رحمانی کے قائد ہوں گے۔"

---

[1] دلیل الطالب علی ارجح المطالب: ۸۷۷

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



---( ۴ )---

جب کہیں شرک و بدعت کی تخم ریزی کر دی جائے تو لامحالہ وہ تمام مراسم عبودیت بھی جلد ہی برگ و بار لے آتے ہیں، جنہیں مظاہرِ شرک کہا جا سکے۔ قدم رسول کی ان وضعی روایتوں کو قبول کرنے کا نتیجہ بھی یہی نکلا کہ اس کے لیے بطور خاص عمارتیں بنائی گئیں۔ اس کی اس درجہ تعظیم کی گئی کہ جس کی سرحدیں شرک سے جا ملیں۔ لوگ یہاں آتے، اسے چومتے، سجدہ کرتے اور اسے پانی سے دھو کر اس پانی کو تبرک سمجھ کر پی جاتے۔ خاص خاص ایام میں یہاں میلے کا سماں ہوتا اور دور دور سے لوگ آ کر رقص و سرود کی محفلیں جماتے۔ بقول مولانا عبدالقادر رام پوری [1]:-

"نادان لوگ وہاں پر ہجوم کرتے ہیں اور اس قدر تعظیم کرتے ہیں جو پیغمبر کے لیے بھی جائز نہیں اس پر سجدہ کرتے ہیں آنکھیں ملتے ہیں۔" [2]

حیدر آباد دکن کے درگاہ قلی خاں [3] ربیع الاول ۱۱۵۱ھ/ جون ۱۷۳۸ء کو دلی آئے

---

۱ مولانا عبدالقادر رام پوری ۱۱۹۷ھ کو رام پور میں پیدا ہوئے، مفتی شرف الدین رام پوری سے کسب علم کیا۔ شرک و بدعت کے سخت مخالف تھے۔ ان کا سفرنامہ "وقائع عبدالقادر خانی" (فارسی) کا اردو ترجمہ بنام "علم و عمل" مطبوع ہے جس سے ان کے مذہبی رجحانات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ تردید شرک و بدعت پر چند کتابیں بھی لکھیں تاہم اب وہ دستیاب نہیں۔ دہلی میں کچھ عرصہ خدمت تدریس بھی انجام دی۔ تلامذہ میں سید نذیر حسین محدث دہلوی کا اسم گرامی نمایاں ہے۔ شعر و سخن سے بھی تعلق تھا۔ رجب ۱۲۶۵ھ میں رام پور میں وفات پائی۔ (نزہۃ الخواطر: ۷/ ۳۲۵-۳۲۶، علم و عمل: ۱/ ۲۷-۴۱)

۲ علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی): ۱/ ۲۲۹

۳ درگاہ قلی خاں اورنگ آباد میں ۱۷۱۰ء میں پیدا ہوئے۔ آصف جاہ نظام حیدر آباد دکن سے خصوصی تعلق تھا۔ امراء و روساء میں شمار کیے جاتے تھے۔ اورنگ آباد کی خدمتِ کوتوالی، فوج داری افواج اور صوبہ داری بلدہ پر بھی سرفراز ہوئے۔ متعدد خطابات ملے جن میں ذوالقدر ان کی شخصیت کے===

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور ۲۰ جمادی الاول ۱۱۵۴ھ/ ۲۳ جولائی ۱۷۴۱ء کو دکن واپس گئے۔ اس عرصے میں اپنے تاثرات ومشاہدات کو انہوں نے "مرقع دہلی" کے عنوان سے قلمبند کر لیا۔ "مرقع دہلی" مغلوں کے عہد زوال کی داستان ہے۔ یہ دور مسلمانوں کے مذہبی، سیاسی، سماجی، معاشرتی اور معاشی زوال کا دور تھا۔ تاہم قدم رسول کے حوالے سے انہوں نے جو تاثرات قلمبند کیے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس دور کے مسلمانوں نے اس سے کیسی عقیدت وابستہ کر لی تھی اور کیسے کیسے مراسم شرک وہاں انجام دیئے جانے لگے تھے۔ درگاہ قلی خاں ذکر قدم شریف کے عنوان سے لکھتے ہیں:-

"آنحضرت ﷺ کے شفاعت بخشنے والے قدم کی برکت سے گلشن میں رونق ہے۔ (قدم شریف کی درگاہ کے) آستانے کی گرد ارباب بصیرت کی آنکھ کا سرمہ اور اس کے راستے کا غبار اہل دانش وبینش کی دولت ہے۔ گناہگاروں کی پیشانیاں اس آستاں پر کثرت سجود سے آئینہ دار امتیاز اور حاجت مندوں کی آنکھیں اس چوکھٹ کی خاک کی دریوزہ گری سے سرمہ طراز ہیں۔ وہ بارگاہ جس کی دیوڑھی مرتبے میں ساتویں آسمان کے برابر ہے، واجب التعظیم ہے اور (یہاں) ہر شخص ہمیشہ سرگرم مجرا دتسلیم رہتا ہے۔ فرد

جس زمین پر تیرے پاؤں کا نشان ہوتا ہے
صاحبِ نظر مدتوں اسے سجدہ کرتے ہیں

جمعرات کا دن اس درگاہ کا صحن زائرین کے ہجوم سے ایسا بھر جاتا ہے کہ بڑی مشکل سے لوگ طواف گاہ (قدم مبارک) تک پہنچ پاتے ہیں۔ ربیع الاول کے مہینے میں صبح

---

== ساتھ زیادہ معروف ہے۔ شاعری بھی کرتے تھے، درگاہ تخلص تھا۔ بعارضہ سرسام ۲۲ اکتوبر ۱۷۶۶ء میں وفات پائی۔ (مرقع دہلی مترجم: ۳۹-۴۱)

ا اصل کتاب فارسی میں ہے، اس کا اردو جناب خلیق انجم نے کیا ہے جسے انہوں ۱۹۳۳ء میں دہلی سے شائع کیا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے شام تک ایسا ہی ہجوم رہتا ہے۔ دور دور کے شہروں سے فقیر اور زائرین زیارت کے لیے آتے ہیں اور دامنِ آرزو کو مراد کے پھولوں سے بھرتے ہیں۔ دار الشفا سے قدم مبارک کو دھونے سے تشنہ لبوں کو جو کچھ شربتِ آبی (پانی) نصیب ہوتا ہے، اسے تندرستی کے لیے پیتے ہیں۔ اور برکت کے لیے دور دراز کے مقامات پر رہنے والوں کے لیے لے جاتے ہیں۔ آخرت میں جزائے خیر کے لیے سعادت مند لوگ اس درگاہ کے نواح میں بڑی بڑی قیمتیں دے کر زمین خریدتے ہیں۔ اور اپنے آخری گھر (قبر یا مقبرے) کی بنیاد رکھتے ہیں۔ چنانچہ اُس (درگاہ قدم شریف) کے اطراف میں بہت مقبرے ہیں اور غریبوں کی قبروں کی تو گنتی ممکن نہیں۔ عرس مبارک کے دنوں میں یہ مقام زائرین سے ایسا بھر جاتا ہے کہ اگر علی الصبح وہاں نہ پہنچیں تو بیٹھنے کی بھی جگہ نہیں ملتی۔ دولت مند لوگ نذر کے طور پر کھانے پینے کا جو سامان بھیجتے ہیں وہ فقیروں اور مسکینوں کے کام آتا ہے اور کئی دن کے لیے ان کے پاس ذخیرہ ہو جاتا ہے۔"[1]

سر سید احمد خاں شہزادہ فتح خاں کے مقبرے جس میں نقش قدم موجود ہے، کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"..... اسی سبب سے یہ مقبرہ قدم شریف کے نام سے مشہور ہوا اس قبر پر حوض بنا دیا ہے اور اس کے گرد سنگ مرمر کا کٹہرا لگایا ہے اس میں پانی بھرتے ہیں اور نقش قدم کو دھو کر پانی کا تبرک لے جاتے ہیں اور زبان حال سے یہ شعر پڑھتے ہیں شعر

اے خضر دل اسی کے پیے سے نجات ہے
پانی قدم شریف کا آب حیات ہے

بارہویں ربیع الاول کو ہر سال یہاں بہت بڑا میلہ ہوتا ہے تمام خلقت جمع ہوتی ہے اور ہزاروں ملنگ آتے ہیں اور دروازے کے آگے دھمال کرتے ہیں۔"[2]

---

۱ مرقع دہلی: ۱۱۵-۱۱۶

۲ آثار الصنادید: باب سوم: ۳۸

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



"دہلی گائیڈ المعروف بہ رہنمائے دہلی" کے مؤلف [1] لکھتے ہیں:-

"جب ۷۰۹ ہجری میں شہزادہ فتح خاں کا انتقال ہوا تو اس [فیروز شاہ] نے اس قدم مبارک کو اس کی چھاتی پر لگا دیا اور مزید احتیاط کے لیے قبر کی ہر چہار طرف سنگ مرمر کا ایک نہایت خوبصورت اور شاندار کٹہرا بنوا دیا اب لوگ اس میں پانی بھر دیتے ہیں اور قدم مبارک دھو کر تبرکاً لوگوں کو دیتے ہیں بلکہ دور دور لے جاتے ہیں ربیع الاول کی ابتدائی تاریخوں میں بارہویں تک یہاں بڑی دھوم سے میلا لگا کرتا ہے بالخصوص بارہویں کو تو بہت ہی دھوم ہوتی ہے کثیر مخلوق جمع ہوتی اور ہزاروں فقرا اور ملنگ آ کر دھمال کرتے ہیں۔" [2]

عوام الناس کی طرف سے قدم رسول کی ان عمارتوں میں جن منکرات و کبائر کا ارتکاب ہوتا ہے اس کا اعتراف تو خود اس کے قائلین کو بھی ہے۔ [3]

مفاد پرست اور استحواں فروشوں کے لیے نقش قدم کا عقیدہ ان کے کاروبارِ حیات کا اہم ذریعہ بن گیا۔ مظہر علیم انصاری اپنے سفرنامے میں لکھتے ہیں:-

"چاٹگاؤں کے آثارِ قدیمہ میں قدم رسول ﷺ کی مسجد مشہور ہے۔ شاہجہاں بادشاہ کے عہد میں تعمیر ہوئی ہے۔ کتبہ کوئی نہیں۔ معافی جو مسجد کے لیے تھی متولی صاحبان بیچ کر کھا گئے۔ موجودہ متولی بے حد لاپروا اور فضول خرچ ہیں۔ مسجد شکستہ ہو رہی ہے۔" [4]

محمد ایوب قادری لکھتے ہیں:-

---

۱ افسوس ہمارے پیش نگاہ "دہلی گائیڈ" کا جو نسخہ ہے وہ ناقص الاول ہے یہی وجہ ہے کہ مؤلف کا نام بتانے سے ہم قاصر ہیں۔

۲ دہلی گائیڈ المعروف بہ رہنمائے دہلی: ۱۲۹

۳ ملاحظہ ہو: الاستشفاع و التوسل بآثار الصالحین و سیّد الرسل: ۱۱۸

۴ سفرنامہ مظہری: ۱۰۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



" میں نے جون، جولائی ۱۹۶۳ء میں دہلی، لاہور، رام پور، آنولہ اور دیوبند میں بچشم خود مختلف قدم شریف دیکھے اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ سب مجاوروں اور قبر پرستوں کی ایجاد و اختراع ہے۔" [1]

مزید فرماتے ہیں:-

" آنولہ، دیوبند، رام پور، دہلی، لاہور، بدایوں اور کراچی کے قدم شریف ہم نے خود دیکھے ہیں لمبائی، چوڑائی، انگلیوں کی ساخت نقش کی گہرائی، پتھروں کے اقسام کے اعتبار سے ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں اور زبان حال سے اپنے جعلی و وضعی ہونے کا اعلان کر رہے ہیں۔ افسوس کہ امت مسلمہ جو دنیا میں توحید کی سب سے بڑی مبلغ اور علم بردار تھی آج قدم کے نقوش و آثار کی پرستش میں مبتلا ہے۔" [2]

اب اس ذوقِ ایجاد و اختراع سے متعلق ایک صاحبِ علم مولانا مقتدیٰ خاں شیروانی کا ذاتی مشاہدہ بھی پڑھیے:-

" لاہور کے قیام ۱۹۰۲ء تا ۱۹۰۹ء میں مکان اقامت میں کچھ تعمیری مرمت کی ضرورت پڑی۔ پڑوس میں معماروں کا ایک خاندان آباد تھا جو روازنہ داری پر کام کرتے تھے۔ ایک بار ایک شخص سے میں نے کہا کہ میرے مکان میں فلاں مرمت کر دو۔ کہا میاں کل سیٹھ نے مجھے ضرور بلایا ہے۔ میں نے پوچھا ایسی کیا ضرورت ہے کہ جو ایک دن ملتوی نہ ہو سکے۔ جواب دیا قدم شریف بنانا ہے۔ کیسا قدم شریف؟ یہی جس کی زیارت کراتے ہیں۔ کیا تم بناتے ہو؟ میں بھی بناتا ہوں اور بھی بناتے ہیں۔ کس قدم کا ناپ لیتے ہو؟ جو بناتا ہے وہ اپنے ہی پاؤں کے ناپ سے بنا دیتا ہے۔

وائے گر از پس امروز بود فردائے۔" [3]

---

۱ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت: ۱۳

۲ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت: ۲۴۲

۳ مکتوب مقتدیٰ خاں شیروانی بنام محمد ایوب قادری بحوالہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت: ۱۷۶

محکم دلائل سے مزین، متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



---( ۵ )---

گو عالم اسلام میں قدم رسول کی زیارتوں کا بالعموم رجحان کم ہے۔ عالم اسلام میں قدم رسول کی جو زیارتیں معروف ومشتہر ہیں۔ ان میں مشہور ترین بیت المقدس میں صخرہ کے مقام پر ایک چٹان پر نبی کریم ﷺ سے منسوب ایک نقش قدم موجود ہے اور جس کے لیے دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہی وہ مقام ہے جہاں سے آسمان پر جانے کے لیے نبی کریم ﷺ براق پرسوار ہوئے۔ تاہم کسی صحیح حدیث میں اس کا ذکر نہیں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ صخرہ پر نقش قدم کے حوالے سے لکھتے ہیں:-

"و ما یذکرہ بعض الجہال فیھا من ان ھناک اثر قدم النبی و اثر عمامتہ و غیر ذٰلک : فکلہ کذب۔ و اکذب منہ من یظن انہ موضع قدم الرب۔" ۱

"اور رہا بعض جہال کا یہ ذکر کرنا کہ وہاں (یعنی صخرہ میں) نبی ﷺ کے قدم اور ان کے عمامے کا نشان ہے وغیرہ تو یہ سراسر کذب و افترا ہے اور اس سے بھی بڑھ کر جھوٹ اور افترا یہ ہے کہ وہاں رب تعالیٰ کا نشانِ قدم ہے۔"

قدیم دمشق کے جنوبی دروازے کے قریب حوران کو جانے والی سڑک پر مسجد القدم میں نبی کریم ﷺ سے منسوب ایک قدم کا نشان موجود ہے۔ جمیل الدین عالی جنہوں نے دہلی اور دمشق دونوں جگہوں کے نقوش قدم ملاحظہ کیے ہیں، لکھتے ہیں:-

"دلی کی جامع مسجد والا قدم شریف بھی غیر مستند تھا اور یہ (دمشق والا) قدم شریف بھی

---

۱ مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیۃ: ۱۳ / ۲۷، معلوم ہوتا ہے کہ شیخ الاسلام کے عہد کے بعض جہال یہ گمان رکھتے تھے کہ صخرہ پر اللہ عزوجل کے نقش قدم کا اثر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شیخ الاسلام اس پر سخت ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں اور یہ شیخ الاسلام پر ہی کیا موقوف ہے ہر صحیح العقیدہ مسلمان اس سے کاملاً بری ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



غیر مستند ہے یعنی تحقیق سے یہ ثابت نہیں کہ ان پتھروں پر حضور اکرم ﷺ کے پائے مبارک نقش ہیں۔" [1]

قاہرہ میں دو مقامات پر یہ نقوش پائے جاتے ہیں۔ ایک مسجد آثار النبی کے نام سے معروف ہے اور دوسرا سلطان قایتبای (م ۱۴۹۶ء) کے مقبرے میں جس نے بقول احمد بن زینی دحلان [2] سے ۲۰ ہزار درہم میں خریدا تھا [3]۔ قاہرہ کے شمال میں طنطا کے مقام پر سید احمد البدوی کی خانقاہ میں دونوں پاؤں کے نشانات موجود ہیں۔ استنبول کی اس مسجد میں جہاں سلطان عبدالحمید اوّل مدفون ہیں، بھی نشانِ قدم موجود ہے۔ اس کے علاوہ بھی بعض مقامات پر ایسے نشانات کو اگر نبی کریم ﷺ سے منسوب کیا گیا ہو تو جائے تعجب نہیں۔

---( ۶ )---

عالم اسلام کے بعد جب ہم برعظیم پاک و ہند کی طرف دیکھتے ہیں تو یہاں ان نقوشِ قدم سے عقیدت و ارادت اپنے عروج پر نظر آتی ہے۔ اس قسم کی سلیں یہاں متعدد

---

۱ روزنامہ "جنگ" کراچی مورخہ ۲۸ جولائی ۱۹۷۵ء بحوالہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت: ۱۷۵

۲ احمد بن زینی دحلان شافعی مکی ۱۲۳۲ھ میں پیدا ہوئے۔ فقیہ و مؤرخ تھے۔ مسلکاً غالی صوفی تھے۔ اصحاب الحدیث کی تردید میں بہت زیادہ ساعی تھے۔ تصانیف میں "الدرر السنیة فی الرد علی الوهابیة"، "الفتوحات الاسلامیه"، "خلاصة الکلام فی امراء البلد الحرام"، "الفتح المبین فی فضائل الخلفاء الراشدین و اهل البیت الطاهرین"، "السیرة النبویة" وغیرہا شامل ہیں۔ "الدرر السنیة فی الرد علی الوهابیة" کی تردید میں علامہ محمد بشیر سہسوانی نے "صیانة الانسان عن وسوسة الشیخ الدحلان" لکھی جو اہلِ علم میں متداول ہے۔ تلامذہ کا وسیع حلقہ ان سے مستفید ہوا جن میں بعض مشاہیر علمائے ہند بھی شامل ہیں۔ ۱۳۰۴ھ میں وفات ہوئی۔ (الاعلام: ۱/ ۱۲۹-۱۳۰)

۳ اردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۱۶/ ۳۱۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مقامات پر ملتی ہیں جن میں ایک یا دونوں پاؤں کے نقش پائے جاتے ہیں ۔محمد ایوب قادری نے برصغیر میں قدم شریف کی زیارتیں کے عنوان سے ۴۲ مقامات کا ذکر کیا ہے جہاں ان نقوشِ قدم کی زیارت کرائی جاتی ہے۔ [1]

جس وقت اسلام سرزمین ہند میں داخل ہوا تو بدھ مت اور ہندومت میں نقوشِ قدم کا تصور اپنے عروج پر تھا، لہٰذا یہ تصور مسلمانوں میں آسانی کے ساتھ در آیا۔یہی وجہ ہے کہ یہاں ہمیں نقوشِ قدم کی ایسی بہتات نظر آتی ہے جس کی مثال بقیہ عالم اسلام پیش کرنے سے قاصر ہے۔ جب نقشِ قدم کا چلن عام ہو گیا تو صرف نبی اکرم ﷺ ہی کے نقشِ قدم پر ہی اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ جوشِ عقیدت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نقوشِ قدم بھی دریافت کر لیے۔ان کے سوا بھی کسی صحابی یا ولی کے نقش قدم دریافت ہوئے ہوں تو کچھ بعید نہیں۔

ہندوستان کے دارالحکومت دہلی۔اتر پردیش میں بہرائچ، بنارس، آگرہ، خیرآباد (ضلع سیتا پور)، رام پور، آنولہ (ضلع بریلی)، دیوبند (ضلع سہارن پور)، بدایوں، بریلی، مارہرہ، مرادآباد، لکھنؤ، مبارک پور (ضلع اعظم گڑھ)، جون پور اور علی گڑھ۔ بہار میں پٹنہ اور بھاگلپور۔اڑیسہ میں کٹک اور بلاسور۔راجستھان میں جے پور۔گجرات میں احمدآباد۔مغربی بنگال میں غور اور مرشدآباد۔

بنگلہ دیش میں نبی گنج، چٹاگانگ اور ڈھاکہ۔

پاکستان میں کراچی، لاہور، اوچ اور ملتان۔وغیرہا

بیسیوں مقامات پر یہ نقوشِ قدم پائے جاتے ہیں اور پھر ان مذکورہ بالا مقامات میں کئی شہر ایسے بھی ہیں جہاں ایک سے زیادہ نشانات پائے جاتے ہیں، اور ان مقامات کے سوا بھی اگر دیگر ایسے مقامات ہوں تو کچھ بعید نہیں۔

---

[1] حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت: ۲۳۱-۲۴۳

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ان علاقوں کے مؤرخین بھی ان نقوشِ قدم سے متعلق کوئی تحقیقی بیان پیش کرنے سے قاصر رہے ہیں بلکہ بعض نے تو واضح الفاظ میں عدم اطمینان کا اظہار کیا ہے اور بعض نے ایسے پیرایے میں تذکرہ کیا ہے جس سے قدم شریف کے استناد پر ہی زد پڑتی ہے۔ رام پور میں نواب کلب علی خاں (م ۱۸۸۷ء) کی تعمیر کردہ قدم شریف کی عمارت میں جو نشانِ قدم پایا جاتا ہے اس کے بارے میں حکیم نجم الغنی خاں رام پوری (م ۱۳۵۱ھ) لکھتے ہیں:-

"محدثین کو اس بات میں اختلاف ہے کہ آنحضرت ﷺ سے کوئی ایسا معجزہ ظہور میں آیا ہے یا نہیں، سیرت شامی میں معجزہ قدم کا انکار ہی کیا ہے۔ ایک بار وہ قدم نواب صاحب کے عہد میں چوری بھی ہو گیا تھا جو بہت سی کوشش کے بعد دستیاب ہوا، جب سے نواب صاحب نے انتقال کیا ہے قدم شریف کا بھی چرچا گھٹ گیا۔" [1]

بنارس میں موجود نقشِ قدم سے متعلق "آثار بنارس" کے مؤلف مولانا عبدالسلام نعمانی "مسجد قدم رسول" کے ذیل میں لکھتے ہیں:-

"اس مسجد کے ایک حجرہ میں قدم رسول کا نشان بتایا جاتا ہے، صحیح علم خدا ہی کو ہے، ایک پتھر پر نشان موجود ہے۔" [2]

"دلی کے تاریخی مقامات" مرتبہ خلیق انجم میں مرقوم ہے:-

"دہلی میں ایک عمارت ہے کہ جہاں ایک پتھر پر قدم کا نشان بنا دیا ہے اور کہتے ہیں کہ یہ امیر المومنین علی بن ابی طالب کے قدم کا نشان ہے اور اس نقش پا کو سنگِ مرمر کے حوض میں نصب کیا ہے۔" [3]

---

۱ اخبار الصنادید: ۲/ ۲۱۱ بحوالہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت: ۲۳۳

۲ آثار بنارس: ۱۰۶

۳ دلی کے تاریخی مقامات:

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



---( ۷ )---

برصغیر پاک و ہند میں قدم شریف کی جو زیارتیں کرائی جاتی ہیں ان تمام مقامات میں سب سے زیادہ اہمیت کا حامل دہلی کے قدم رسول کو سمجھا جاتا ہے۔ جس کے بارے میں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ عہدِ تغلق میں یہ نقشِ قدم مشہور صوفی بزرگ مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشت مدینہ سے لائے تھے۔ لیکن بالعموم محققین اس دعوے کو درست نہیں سمجھتے، اوّلاً تو معاصر مؤرخین میں سے کسی نے بھی نقشِ قدم کا ذکر نہیں کیا اور ثانیاً مخدوم موصوف کے لائقِ اعتماد ملفوظات اور تذکروں میں بھی اس کا ذکر نہیں ملتا، اور معلوم ہے کہ صوفیہ ایسے قصوں کو نقل کرنے میں بڑے حریص واقع ہوئے ہیں۔ قدم شریف لائے جانے کی روایات میں باہم تناقض بھی پایا جاتا ہے۔ بعض روایتوں میں مدینہ سے لانے کا ذکر ہے اور بعض میں خلیفہ عباسی کی طرف سے تحفتاً لائے جانے کا تذکرہ۔ اس کے علاوہ بھی ان روایات میں تضادات نمایاں ہیں۔[1]

نواب صدیق حسن خاں اپنی کتاب "الفرع النامی من الاصل السامی" میں لکھتے ہیں:-

"می گویند کہ آثار شریف نبوی و سنگ نقش پائے مصطفوی کہ در دہلی ست آوردہ ایشان ست لکن روایتے از سنت صحیحہ نزد محدثین بدان ثابت نشدہ کہ درخور اعتماد و اعتبار باشد و در حدیثے نیامدہ کہ نقش پائے مبارک بر سنگے چسپیدہ باشد۔ اما صوفیہ کہ قومے خوش عقیدہ صاف دل نیک گمان بہر کس و ناکس اندر اثبات ایں قسم چیزہا بجد اند واللہ اعلم۔"[2]

---

[1] سید نذیر حسین محدث دہلوی نے "الدلیل المحکم فی نفی اثر القدم" اور محمد ایوب قادری نے "حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت" میں ان روایات کی بادلائل تردید کی ہے۔

[2] الفرع النامی: ۴۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



"کہتے ہیں کہ آثار شریف نبوی میں پتھر پر پائے مصطفوی ﷺ کا نقش جو دہلی میں ہے، ان حضرت (مخدوم جہانیاں) ہی کا لایا ہوا ہے، لیکن محدثین کے نزدیک کسی صحیح حدیث میں ایسی کوئی روایت نہیں ہے کہ جس پر اعتماد و اعتبار کیا جائے اور کسی حدیث میں نہیں آیا ہے کہ پائے مبارک کا نقش کسی پتھر پر آ گیا تھا۔ رہے صوفیہ تو ان کا خوش عقیدہ گروہ اپنی صاف دلی اور نیک گمانی میں اس قسم کی چیزوں میں ہر کس و ناکس کا اثبات کرتا ہے۔"

مولانا عبدالقادر رام پوری دہلی کے قدم شریف کے بارے میں لکھتے ہیں:-

"ماہ ربیع الاول میں قدم شریف پر بہت زیادہ ہجوم ہوتا ہے اس کی اصلیت یوں ہے کہ اس پتھر پر حضرت رسول اکرم ﷺ کے پائے مبارک کا نقش معجزے کے طور پر ہو گیا ہے روایت کے اعتبار سے اس کی کوئی اصلیت نہیں ہے۔"[1]

"دہلی گائیڈ المعروف رہنمائے دہلی" کے مؤلف لکھتے ہیں:-

"جہاں فیروز شاہ کا فرزند رشید شاہزادہ فتح خاں مدفون ہے جس نے ۱۳۷۶ عیسوی میں انتقال کیا اسی شہزادہ کی قبر پر جناب پیغمبر خدا ﷺ کا نقشِ قدم لگا ہوا ہے جس کی نسبت مختلف روایتیں لوگوں کی زبان زد ہیں اکثر لوگوں کا بیان ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ سے یہ معجزہ صادر ہوا تھا اور ایک پتھر پر آپ کا نقش پا ہو گیا تھا مگر مجھے باوجود تحقیقات کے کسی قدیم وجدید تاریخ سے اس بات کا سراغ نہیں لگا۔"[2]

مشہور محقق خلیق احمد نظامی لکھتے ہیں:-

"عہد فیروزی میں تین تبرکات حجاز سے آئے تھے۔ کلید کعبہ، موئے رسول ﷺ اور قدم رسول ﷺ۔ فیروز شاہ نے ان تبرکات سے بے حد عقیدت کا اظہار کیا۔ کلید کعبہ اور موئے رسول کا ذکر تو سیرت فیروز شاہی میں بھی ملتا ہے (سیرت فیروز شاہی ورق

---

۱ علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی): ۱/ ۲۲۹

۲ دہلی گائیڈ (رہنمائے دہلی): ۱۲۹

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۱۴۹-۱۵۰)۔لیکن قدم رسول کے متعلق کوئی معاصر شہادت نہیں ملتی۔کہا جاتا ہے کہ جب فیروز کے چہیتے بیٹے فتح خاں کا انتقال ہوا تو اس نے قدم رسول قبر پر لگوا دیا تھا (آثار الصنادید ص ۹۲-۹۳)۔مولوی نذیر حسین دہلوی نے ایک فاضلانہ رسالہ دلیل محکم فی نفی اثر القدم (فخر المطابع دہلی ۱۲۶۷ھ) میں اس کی تردید کی ہے اور محدثانہ کلام کیا ہے۔"[1]

---(۸)---

شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت اصلاح وتجدید کے نتیجے میں جن مباحث شرک وبدعت کا آغاز ہوا، ان میں یقیناً قدم رسول کا مسئلہ بھی ضرور موضوعِ بحث بنا ہوگا۔ ہمارے دائرہ علم کے مطابق تحریری طور پر اس سلسلے کا آغاز شاہ احمد سعید مجددی دہلوی کے ایک فتوے سے ہوا، یہ فتویٰ اب دستیاب نہیں۔تاہم شیخ الکل سیّد نذیر حسین دہلوی نے "الدلیل المحکم" میں اوّلاً انہیں ہی مخاطب کیا ہے۔شاہ احمد سعید کے تلمیذ مولوی کریم اللہ دہلوی نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی۔ پھر مولوی کریم اللہ کے شاگرد مولوی فرید الدین جو خاندانی طور پر دہلی کے قدم شریف کے متولی ومجاور تھے، نے اس موضوع پر دو کتابیں لکھیں۔ ہمارے دائرہ علم کے مطابق قدم رسول کی حمایت میں جو کتابیں لکھی گئیں ان کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:-

۱ فتویٰ (درجواز اثر قدم رسول) از شاہ احمد سعید مجددی دہلوی

۲ "برہان محکم علی خذلان من نفی اثر القدم" از مولوی کریم اللہ بن لطف اللہ فاروقی دہلوی

---

۱ سلاطین ہند کے مذہبی رجحانات: ۴۳۳-۴۳۴

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۳ "فیض عام" از مولوی فرید الدین دہلوی [1]

۴ "السیف المسلول علیٰ من انکر اثر قدم الرسول" از مولوی فرید الدین دہلوی، مطبوعہ مطبع دہلی اردو اخبار ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۱ء

۵ "المرتجیٰ بالقبول خدمة قدم الرسول" از مولوی رضی الدین ابوالخیر عبد المجید دہلوی [2]، مطبوعہ مطبع علوی

۶ "الاستشفاع و التوسل بآثار الصالحین و سید الرسل" از مولوی حافظ شاہ محمد عمر معروف بہ سراج الحق قادری دہلوی [3]، مطبوعہ مطبع خادم الاسلام دہلی ۱۳۱۹ھ

مولوی حافظ محمد عمر نے اپنے پیر و مرشد اور جدّ بزرگوار مولانا حافظ عبد العزیز معروف بہ مقبول احمد دہلوی کے حالات اور ملفوظات کا ایک مجموعہ بنام "ریاض الانوار" مرتب کیا ہے، اس میں بھی قدم رسول سے متعلق خامہ فرسائی کی ہے۔ محمد ایوب قادری لکھتے ہیں:-

> "حافظ محمد عمر عرف سراج الحق دہلوی نے اپنے مرشد حافظ عبد العزیز عرف مقبول احمد دہلوی کے ملفوظات و حالات ریاض الانوار کے نام سے دو جلدوں میں لکھے ہیں اس

---

۱ شاہ احمد سعید مجددی دہلوی، مولوی کریم اللہ دہلوی اور مولوی فرید الدین دہلوی کے حالات متن کتاب کے حواشی پر ملاحظہ فرمائیں۔

۲ مولوی رضی الدین ابوالخیر عبد المجید بھی سلسلہ نقشبندیہ سے منسلک تھے اور مولوی فرید الدین کے دوستوں میں سے تھے۔ افسوس تفصیلی حالات نہیں مل سکے۔

۳ مولوی حافظ محمد عمر معروف بہ سراج الحق، مولوی فرید الدین کے صاحبزادے تھے۔ ۱۹ شعبان ۱۲۷۱ھ میں ولادت ہوئی۔ ابتدائی کتب مولوی کریم اللہ اور بعض دیگر اساتذہ سے پڑھیں۔ سند حدیث مولوی عبد الصمد مبارکپوری سے لی۔ اپنے جد بزرگوار مولانا عبد العزیز دہلوی سے سند خلافت لی اور ان کے جانشین بنے۔ مولوی حافظ محمد عمر نے ۱۳۳۶ھ میں وفات پائی۔ (تذکرہ نوری: ۸۷، ۱۷۱-۱۷۲، تذکرہ علماء حال: ۸۳-۸۴، یادگار دہلی: ۱۷۶-۱۷۷)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



میں بھی قدم شریف کے متعلق خامہ فرسائی کی ہے، مگر بیان بالکل بے وزن ہے اور تاریخ وسیر سے ان کو کوئی سند نہیں مل سکی۔" [1]

اثر قدم رسول سے متعلق ان علمی مناقشات کا ذکر کرتے ہوئے محمد ایوب قادری لکھتے ہیں:-

"سیّد احمد شہید کی تحریک کے زمانہ میں شاہ اسماعیل شہید وغیرہ نے بدعات کا رد کیا اس زمانہ میں قدم شریف کی صحت اور عدم صحت کا مسئلہ بھی زیر بحث آیا ہوگا۔ اسی لیے دو رسالے برہان محکم علی خذلان من نفی اثر القدم مولوی کریم اللہ (ف ۱۲۹۱ھ/ ۱۸۷۴ء) نے اور سیف المسلول علیٰ من انکر اثر قدم الرسول مولوی فرید الدین نے قدم شریف کی صحت کے متعلق لکھے اور ان رسالوں کے رد میں میاں نذیر حسین دہلوی (ف ۱۹۰۲ء) نے ۱۲۶۶ھ/ ۱۸۵۰ء میں ایک محققانہ رسالہ الدلیل المحکم فی نفی اثر القدم لکھا، یہ رسالہ فخر المطابع دہلی سے ۱۲۶۷ھ/ ۱۸۵۱ء میں طبع ہو چکا ہے۔" [2]

تقریباً انہی الفاظ و پیرایہ بیان میں ڈاکٹر سفیر اختر نے بھی اپنے ایک مضمون میں تحریر کیا ہے [3]۔ تاہم ان ہر دو محققین کا یہ لکھنا درست نہیں کہ میاں نذیر حسین نے مولوی فرید الدین کی کتاب "السیف المسلول" کی تردید میں "الدلیل المحکم" لکھی کیونکہ "السیف المسلول" "تو خود" الدلیل المحکم" کی تردید میں لکھی گئی تھی۔" السیف المسلول" میں" الدلیل المحکم" کا ذکر موجود ہے۔ مولوی فرید الدین اپنی کتاب" السیف المسلول" میں لکھتے ہیں:-

"میاں نذیر حسین نامی ایک صاحب ساکن قدیم مرزبوم عظیم آباد و مقیم حال شہر دہلی جو پچھلے دنوں در باب اشاعت حلت بوم (الو) بھی غلغلہ بردار ہوئے تھے اور اس

---

۱ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت: ۱۷۲

۲ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت: ۱۶۹

۳ "برصغیر پاکستان و ہند میں سیرت نگاری" مشمولہ" مقالات سیرت نبوی ﷺ" ۲/ ۵۰۰۔ ڈاکٹر سفیر اختر سے یہ سہو ہوا کہ انہوں نے مولوی کریم اللہ دہلوی کا نام مولوی عبدالکریم لکھا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے استحلال میں بھی سعی موفور عمل میں لائے تھے [1] ان دنوں انہیں یہ نئی سوجھی ہے کہ

---

[1] مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حقیقت بھی یہاں بیان کر دی جائے۔ سید نذیر حسین دہلوی حلت بوم (الو) کے قائل نہیں تھے۔ اس سلسلے میں "الحیاۃ بعد المماۃ" میں مولوی فرید الدین کے استادِ گرامی مولوی کریم اللہ کے ساتھ سید نذیر حسین دہلوی کے ایک دلچسپ مناظرے کی روداد مرقوم ہے۔ وھوھذا:-

"ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ نواب قطب الدین خان مرحوم نے اپنے کسی رسالہ میں لکھا کہ "الو حلال ہے۔" مولوی کریم اللہ صاحب نے جو ان کے مخالف تھے وہ رسالہ بادشاہ (بہادر شاہ ظفر) کو دکھلایا اور کہا کہ مولوی قطب الدین "الو کو حلال" لکھتے ہیں۔ بادشاہ کو بھی تعجب ہوا، بادشاہ نے کہا کہ "اچھا میں ان کو مناظرے کے لیے بلاتا ہوں۔"

"نواب قطب الدین خاں ایک خط جو مضطربانہ حالت کا لکھا ہوا تھا نماز عشاء کے بعد میاں صاحب (سید نذیر حسین) کے پاس پہنچا کہ شام کو شاہی چوبدار آ کر کہہ گیا ہے کہ کل صبح کو حضور میں طلبی ہے مناظرہ ہوگا۔"

"میاں صاحب نے جواب دیا کہ ان شاء اللہ میں سویرے پہنچوں گا۔ خود فرماتے تھے کہ مسائل متنازعہ فیہا میں اٹھائیس کتابوں کی سند نکالی اور کتابوں کو چھکڑے پر لدوا کر نواب صاحب کو لیتا ہوا دربار میں پہنچا۔ یاروں کو خبر لگ گئی اب کون آتا ہے نو بجے تک ٹھیرا آخر بہادر شاہ نے چار روپیہ کی میٹھائیاں منگوا کر ہمارے ساتھ کر دیں، ہم دونوں آدمی طلبہ سمیت بادشاہ سے رخصت ہوئے۔"

"قلعہ میں ایک شخص کے ہاں اس وقت دعوت تھی ہم لوگ وہاں گئے اور کتابوں کا چھکڑا روانہ کر دیا۔ اتفاق سے تین کتابیں (عالمگیری، برجندی اور طحطاوی) طلبہ کے ہاتھوں میں رہ گئیں، کھانا کھا ہی رہا تھا کہ چوبدار شاہی نے آ کر کہا کہ حضور نے صرف نواب قطب الدین خاں صاحب کو یاد کیا ہے۔ نواب صاحب گھبرائے میں نے ترش روئی کے لہجہ میں کہا کہ کیا بادشاہ نے یہ بھی کہا ہے؟ کہ میں وہاں نہ جاؤں، اچھا چلو میں حضور سے خود پوچھتا ہوں، چوبدار میرے اس کہنے پر کچھ گھبرایا میں سمجھ گیا کہ "صرف نواب قطب الدین خاں" کا لفظ یاروں کی چالاکی ہے۔"

"قصہ کوتاہ ہم اور نواب صاحب پہنچے دیکھا کہ مولوی کریم اللہ صاحب مع اپنے اعوان کے دربار میں بیٹھے ہیں۔"

"پہلی بات مولوی کریم اللہ صاحب نے یہ پیش کی "الو حلال ہے یا حرام" میں نے تینوں کتابیں عالمگیری، برجندی اور طحطاوی یکے بعد دیگرے نکال کر حکیم امام الدین خاں صاحب طبیب شاہی ===

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



== (جن کا رسوخ قلعہ میں وزیروں کے برابر تھا) کے سامنے رکھ دیں اور کہا کہ آپ پڑھ کر حضور کو مطلب سمجھا دیں۔ ان کتابوں میں تو لکھا تھا "البوم یوکل و الخفاش لا یوکل" حکیم صاحب نے بادشاہ کو سمجھا دیا۔ اس کے بعد میں نے کہا کہ میں اٹھائیس کتابیں لایا تھا اور حضور نے کتابوں کا کا پشتارہ ملاحظہ بھی فرمایا تھا مگر چونکہ اس وقت کوئی نہیں آیا اور بعد انتظار بسیار حضور نے رخصت کر دیا اس لیے زیادہ کتابیں میں واپس کر دیں، یہ تین کتابیں اتفاقیہ طور پر طلبہ کے ہاتھوں میں رہ گئیں ورنہ اٹھائیس کتابیں پیش کرتا۔"

"بہر کیف میں نے تو یہ تین مشہور اور معتبر کتابوں میں دکھا دیا اب میرے حریف جو حرام کہتے ہیں وہ اپنی سند پیش کریں۔ مولوی کریم اللہ صاحب نے کہا کہ" اس کو رسالہ صیدیہ میں حرام لکھا ہے۔" میں نے پوچھا یہ کتاب کس زبان میں ہے اور مصنف اس کا کہاں کا رہنے والا اور کس طبقہ کا عالم ہے۔ مولوی کریم اللہ صاحب نے کچھ جواب نہ دیا۔ تب میں نے کہا کہ اچھا مجھ سے سنیے یہ رسالہ فارسی زبان میں ہے اور مصنف اس کا ولایتی ہے کوئی مشہور اور معتبر عالم نہیں۔ میں نے جس پایہ کی کتابیں پیش کی ہیں اس کی ہم پایہ کوئی کتاب لائیے۔ حکیم امام الدین خاں صاحب نے بھی کہا کہ بے شک جیسی کتابیں انہوں نے پیش کی ہیں ویسی ہی آپ کو بھی لانا چاہیئے۔ مولوی کریم اللہ صاحب نے جواب دیا کہ میں کیا جانتا تھا کہ الو کا مسئلہ وہاں پیش ہوگا۔ میں نے جواب میں کہا تو کس الو نے اس کو پیش کیا۔ مولوی کریم اللہ صاحب کچھ برافروختہ ہو کر بادشاہ سے کہنے لگے کہ یہ" مولوی قطب الدین حضور کو کافر لکھتے ہیں۔"

"بادشاہ نے نہایت اخلاق سے نواب صاحب کی طرف خطاب کر کے کہا کیوں بھائی قطب الدین ہم کافر ہیں؟ نواب صاحب قسمیں کھانے لگے کہ نہیں حضور ہم نے ہرگز ایسا نہیں لکھا ہے۔ میں نے کہا کہ حضور مجھ سے اس کی حقیقت سنیں، حضور کو معلوم ہے کہ فتاویٰ عالمگیری آپ کے بزرگوں کی کتاب ہے اس میں ایک باب ہے کتاب الردۃ جس میں لکھا ہے" اس زمانہ کے بادشاہوں کو جو عادل کہے وہ کافر ہے کیوں کہ عدلِ شرعی کہاں متصور ہے۔" اس باب کا ترجمہ مولوی قطب الدین نے اردو میں کیا ہے تو کیا حضور فتاویٰ عالمگیری کی تالیف کے وقت موجود تھے؟ حضور اگر اس وقت موجود ہوتے تو البتہ اس کے مورد ہوتے۔ بادشاہ نے کہا یہ تو دوسری بات ہے میں نے کہا کہ بات یہی ہے جس کا عنوان بدل کر حضور میں یوں ظاہر کی گئی۔" (الحیاۃ بعد المماۃ: ۷۴-۷۶) سید نذیر حسین محدث دہلوی نے اس مناظرے میں جو بھی کہا وہ فقہ حنفی کے دائرے میں تھا نہ کہ یہ ان کی ذاتی تحقیق تھی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رسالہ خاص نفی معجزہ مرقومہ میں شائع کیا۔"[1]

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ ان فرضی نقوشِ قدم کی تردید میں صرف شیخ الکل السید الامام نذیر حسین دہلوی کے قلم نے سبقت کی اور دو کتابیں تالیف کیں۔[2]

۱ قدم رسول

۲ الدلیل المحکم فی نفی اثر القدم، مطبوعہ مطبع فخر المطابع دہلی ۱۲۶۷ھ/۱۸۵۱ء

اوّل الذکر کتاب افسوس ہے کہ باوجودِ تلاش وبسیار ہمیں دستیاب نہ ہوسکی۔ ثانی الذکر کتاب سے مصنف کی وسعت نظری، ذوقِ تحقیق اور روشن ضمیری کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کسی مخصوص نظریے کی سختی سے پابندی جوش عقیدت میں مبتلا جمودی روّیے کو جس طرح پروان چڑھاتی ہے" الدلیل المحکم " کے صفحات اس سے منزّہ ہیں اور یہی امر مسئلہ ہذا پر طرفین کی کتابوں میں مابہ الامتیاز ہے۔

---( ۹ )---

قدم رسول سے متعلق ہمارا موقف بالکل واضح ہے، ہم رسول اکرم ﷺ سے صادر ہونے والے معجزات کے قطعاً منکر نہیں، معجزات نبوی ﷺ سے انکار کی راہ الحاد و دہریت کی راہ ہے جس سے ہم کاملاً بری ہیں۔ ہمارے نزدیک تو یہ نبی کریم ﷺ کے لیے انتہائی ادنیٰ معجزہ ہوسکتا ہے کیونکہ آپ کی ذات گرامی سے تو اس سے بھی کہیں بڑے معجزات کا وقوع ہوا ہے۔ اصل مسئلہ تو اس کے اثبات کا ہے۔ اگر کسی صحیح، متصل السند روایت سے نقشِ قدم کا معجزہ ثابت ہوجائے تو ہمیں اس کے قبول میں کیا تامل ہوسکتا ہے۔ سیّد نذیر حسین

---

۱ السیف المسلول: ۵

۲ سیّد نذیر حسین کے سوا اگر کسی مؤلف نے اس موضوع پر دادِ تحقیق دی ہو تو ہمارے علم میں نہیں، عمومی طور پر تذکرہ و رجال کی کتابوں میں قدم رسول کی تردید میں لکھی گئی کسی کتاب کا ذکر نہیں ملتا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دہلوی کا تقاضا بھی یہی تھا۔ قدم رسول کے قائلین مختلف آیات واحادیث کی دور از کار تاویلات کرتے رہے یا پھر علامہ قسطلانی، علامہ سیوطی، شیخ عبد الحق دہلوی وغیرہم کی تحریریں پیش کرتے رہے مگر کسی ایک صحیح روایتِ حدیث کو پیش کرنے سے قاصر رہے۔ یہ صرف ہمارا ہی تأثر نہیں ہے، محمد ایوب قادری کا تأثر بھی یہی ہے، لکھتے ہیں:-

"حافظ محمد عمر عرف سراج الحق دہلوی نے اپنے مرشد حافظ عبد العزیز عرف مقبول احمد دہلوی کے ملفوظات وحالات ریاض الانوار کے نام سے دو جلدوں میں لکھے ہیں اس میں بھی قدم شریف کے متعلق خامہ فرسائی کی ہے، مگر بیان بالکل بے وزن ہے اور تاریخ وسیر سے ان کو کوئی سند نہیں مل سکی۔"[1]

---( ۱۰ )---

شیخ الکل السیّد الامام نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۲۰ھ/ ۱۸۰۵ء کو مونگیر (بہار) میں پیدا ہوئے۔ عظیم آباد، غازی پور، بنارس اور الہ آباد کے علماء سے کتبِ درسیہ پڑھیں۔ دہلی میں مولانا عبد الخالق دہلوی اور بعض دیگر علماء سے مختلف علوم وفنون کی تحصیل کرنے کے بعد شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی کی خدمت میں زانوئے تلمذ تہ کیے اور کامل ۱۳ برس ان سے تفسیر وحدیث کے اسباق لیے۔ شاہ محمد اسحاق دہلوی نے اپنے ہجرت مکہ (۱۲۵۸ھ) کے وقت اپنے اس لائقِ فخر تلمیذِ رشید کو اپنی مسندِ علمی کا وارث بنایا۔

سیّد نذیر حسین محدث دہلوی نے ۶۰ برس سے زائد عرصہ تک دہلی میں خدمت تدریس انجام دی۔ تلامذہ کا اتنا بڑا حلقہ اور تدریس کی ایسی ہمہ گیر شہرت، متاخرین میں کوئی بھی

---

[1] حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت: ۱۷۲

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس باب میں ان کا ہمسر نہیں۔ مولانا عبدالقدوس ہاشمی اپنے ایک مقالے میں لکھتے ہیں:-

"دنیا کا کوئی ایسا ملک نہیں جہاں مسلمانوں کی معتد بہ آبادی ہو اور مولانا کا کوئی شاگرد وہاں نہ ہو۔ اتنی عمومیت کو شائد مبالغہ سمجھا جائے گا لیکن یہ تو واقعہ ہے کہ مجھے چین کے شہر شنگھائی میں بھی ایک چینی عالم شیخ محمد خضر ملے جنہوں نے دہلی میں میاں نذیر حسین سے علم حدیث حاصل کیا تھا اور مراکش کے ایک بزرگ شیخ ابوالنصوح سے بھی یہ سنا ہے کہ وہ میاں صاحب کے شاگرد ہیں۔"[1]

صرف یہی نہیں کہ ان کے تلامذہ کا حلقہ بہت وسیع تھا بلکہ ان تلامذہ میں بھی کیسے کیسے یگانہ روزگار اور نوابغ عصر تھے، وہ بھی لائقِ رشک ہے۔ سیّد عبداللہ غزنوی، امام ابوالطیب شمس الحق عظیم آبادی صاحب "عون المعبود"، علامہ حافظ عبداللہ غازی پوری، حافظ محمد لکھوی، علامہ ابومحمد ابراہیم آروی بانی "مدرسہ احمدیہ آرہ"، علامہ حافظ عبدالعزیز رحیم آبادی، علامہ محمد بشیر سہسوانی صاحب "صیانۃ الانسان"، مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، مولانا محمد بن عبداللہ غزنوی، مولانا عبدالجبار غزنوی، مولانا غلام رسول قلعوی، مولانا علیم الدین حسین نگر نہسوی، علامہ ابوسعید محمد حسین بٹالوی، قاضی طلا محمد خاں پشاوری، مولانا عبیداللہ پائیلی مالیر کوٹلوی صاحب "تحفۃ الہند"، مولانا محمد منگل کوٹی، مولانا محمد بن ہاشم سامرودی، مولانا شاہ عین الحق پھلواروی، علامہ ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، قاضی یوسف حسین خان پوری، مولانا سیّد احمد حسن دہلوی صاحب "احسن التفاسیر"، علامہ عبدالرحمٰن محدث مبارک پوری صاحب "تحفۃ الاحوذی"، مولانا محمد سعید محدث بنارسی، مولانا لطف حسین عظیم آبادی ناشر کتبِ حدیث، مولانا عبدالجبار عمر پوری، مولانا محمد طاہر محدث سلہٹی، مولانا رفیع الدین شکرانوی، سیّد ابوتراب رشداللہ راشدی سندھی، مولانا عبدالسلام مبارک پوری، مولانا فیض اللہ مئوی، مولانا ابوالمکارم محمد علی مئوی، مولانا عبدالتواب ملتانی، مولانا عبدالحلیم شرر،

---

[1] ماہنامہ "فاران" کراچی: اپریل ۱۹۶۴ء

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مولانا محمد حسین ہزاروی، مولانا عباس علی (بنگالی زبان میں قرآنِ کریم کے پہلے مسلمان مترجم)، مولانا محمد ابراہیم میرؔ سیالکوٹی وغیرہم جیسے اکابرِ علم نے اس چشمہ خورشید سے استفادہ کیا۔

کبارِ علمائے احناف میں سے شاہ محمد سلیمان پھلواروی، پیر مہر علی شاہ گولڑوی[1]، علامہ حکیم عبدالحی حسنی صاحب "نزہۃ الخواطر"، مولانا وحید الحق استھانوی بانی "مدرسہ اسلامیہ استھانواں" (بہار)، شمس العلماء مولانا سعادت حسین بہاری، شمس العلماء مولانا عبدالوہاب سربہدوی بہاری، مولانا عبدالحق حقانی دہلوی مصنف "تفسیر حقانی"، مولانا حیدر حسن خاں ٹونکی، مولانا محمد سہول (دیوبندی) بھاگل پوری، مولانا عبید اللہ سندھی وغیرہم نے بھی اکتسابِ علم کی سعادت حاصل کی۔

بیرون ہند سے جن کبارِ علماء ومشائخ عظام نے شیخ الکل سے انتسابِ تلمذ اختیار کیا ان میں سیّد عبداللہ بن ادریس الحسینی السنوسی، قاضی سعد بن حمد بن عتیق نجدی، شیخ اسحاق نجدی آل الشیخ، شیخ صالح بن عبدالرحمٰن الدویش نجدی، شیخ فوزان بن سابق بن فوزان، قاضی محمد بن ناصر آل مبارک، شیخ علی بن ناصر بن وادی، ملا شہاب الدین غزنوی، ملا ضیاء

---

[1] ممکن ہے کہ بعض اہل علم کے لیے پیر صاحب کا شیخ الکل سے نسبت تلمذ باعث حیرت ہو کیونکہ شیخ الکل کی سوانح حیات میں موجود تلامذہ کی فہرست میں پیر صاحب گولڑوی کا نام مرقوم نہیں، و نیز خود پیر صاحب کے سوانح نگار نے بھی "مہر منیر" میں پیر صاحب کے اساتذہ کے ضمن میں شیخ الکل سید نذیر حسین دہلوی کے نام کی تصریح بالکل نہیں کی۔ تاہم ہمارے پاس اس نسبت تلمذ کا ایک مستند حوالہ موجود ہے۔ شاہ محمد سلیمان پھلواروی لکھتے ہیں:-

"پیر مہر علی شاہ ساکن گولڑہ سے مجھے بہت ہی مناسبت معلوم ہوئی۔.....چشتی نظامی مشرب ہیں۔ علم ظاہر میں یگانہ عصر ہیں۔ جناب مولوی لطف اللہ صاحب قبلہ کے شاگرد اور حدیث میں جناب مولانا سید نذیر حسین محدث، مولانا احمد علی محدث سہارن پوری کے شاگرد ہیں۔" (شمس المعارف: ۷۵۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الدین قوقندی، ملا نورالدین قہستانی کاشغری وغیرہم شامل ہیں۔

تلامذہ کی عظمت سے ہی استاد کی رفعت کا اندازہ لگایا جاسکتا۔

سیّد نذیر حسین محدث دہلوی کو تفسیر وحدیث سے خصوصی تعلق تھا، اور اس کے ساتھ فقہ حنفی سے بھی گہری وابستگی تھی۔ مسائلِ فقہ پر گہری نظر تھی اور کتبِ فقہ پر بھرپور استحضار۔ سرسیّد احمد خاں "آثار الصنادید" میں لکھتے ہیں:-

"زبدہ اہل کمال، اسوہ ارباب فضل وافضال مولوی نذیر حسین صاحب بہت صاحب استعداد ہیں، خصوصاً فقہ میں ایسی استعداد کامل بہم پہنچائی ہے کہ اپنے نظائر واقران سے گوئے سبقت لے گئے ہیں۔"[1]

پنجاب کے مشہور ومعروف صوفی بزرگ خواجہ غلام فرید کے اقوال ومجالس کا ایک مجموعہ "اشارات فریدی" (مقابیس المجالس) ہے، اس میں مرقوم ہے:-

"حضرت خواجہ محمد بخش نے عرض کیا کہ حضور لوگ مولوی نذیر حسین کو غیر مقلد اور وہابی کہتے ہیں وہ کیسے آدمی تھے؟ آپ نے فرمایا: سبحان اللہ! وہ تو ایک صحابی معلوم ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کسی شخص کی عظمت کے لیے یہی کافی ہے کہ دنیا میں اس کی مانند کوئی نہ ہو چنانچہ آج کل کے زمانے میں علم حدیث میں ان کی کوئی نظیر نہیں۔ نیز وہ اس قدر بے نفس ہیں کہ اہلِ اسلام کے کسی فرقے کو برا نہیں کہتے اگرچہ لوگ ان کو منہ پر برا بھلا کہتے ہیں لیکن وہ کسی کو برا نہیں کہتے۔ یہ بات کس میں ہے۔ اب اگرچہ وہ بہت ضعیف ہو چکے ہیں تاہم وہ اپنا کام خود کرتے ہیں حتیٰ کہ کہ مہمان کو کھانا بھی خود اٹھا کر دیتے ہیں وہ کسی شخص سے یہ نہیں پوچھتے کہ تم صوفی ہو یا کیا مذہب رکھتے ہو۔"[2]

---

۱ آثار الصنادید: ۶۱ طبع اول

۲ اشارات فریدی (مقابیس المجالس): ۷۹۶

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سیّد نذیر حسین محدث دہلوی کے ایک مشہورِ انام تلمیذِ رشید محدث شہیر شمس الحق عظیم آبادی فرماتے ہیں:-

"لو حلفت بین الرکن و المقام انی ما رایت بعینی مثله و لا رای هو مثل نفسه فی العلم و العبادة و الزهد و الصبر و الکرم و الخلق و الحلم، ما حنثتُ، ولیس هو بالمعصوم ولکن لم ار فی معناه مثله۔" [1]

"اگر میں رکن یمانی و مقام ابراہیم کے درمیان یہ حلف اٹھاؤں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے ان جیسا نہیں دیکھا اور خود انہوں نے بھی علم، عبادت، زہد، صبر، کرم، خلق اور حلم میں اپنے جیسا نہیں دیکھا ہوگا تو میں گناہگار نہیں ہوں گا، وہ معصوم نہیں ہیں لیکن ان معنوں میں ان جیسا کوئی نہیں۔"

سیّد نذیر حسین محدث دہلوی کے رشحات فکر کی تعداد بہت زیادہ ہے، تاہم افسوس یہ ہے کہ ان میں سے بیشتر علمی خزینے اب دستیاب نہیں اور دست بردِ زمانہ کی نذر ہو گئے ہیں۔ تصانیف میں "معیار الحق"، "افضل البضاعة فی حقیقة الشفاعة"، "قدم رسول"، "الدلیل المحکم فی نفی اثر القدم"، "گیارہ سوالات کے جوابات"، "ثبوت الحق الحقیق"، "واقعة الفتویٰ فی دافعة البلویٰ"، "فلاح الولی باتباع النبی ﷺ"، "اقوال الحبر فی احوال السحر"، "مسائل اربعہ" وغیرہا شامل ہیں۔

ان کے علاوہ فتاویٰ کا ایک قابل قدر مجموعہ موسومہ "فتاویٰ نذیریہ" (۳ جلد) اور مکتوبات کا ایک مجموعہ "مکاتیب نذیریہ" (مرتبہ مولانا عبدالعزیز صدنی فرخ آبادی) مطبوع ہے۔

شیخ الکل سیّد نذیر حسین محدث دہلوی ۱۰ رجب ۱۳۲۰ھ/ ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو اس دارِ فانی سے خلد بریں کی جانب روانہ ہوئے۔ دہلی کے مشہور شیدی پورہ قبرستان میں تدفین

---

[1] غایة المقصود فی حل سنن ابی داود: ۱/ ۵۵

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



عمل میں آئی۔

---( ۱۱ )---

جیسا کہ عرض کیا گیا شیخ الکل کی بیشتر تحریریں دست بردِ زمانہ کی نذر ہوگئیں، اس لیے اب ان ذخائرِ علمی کی جستجو جہاں شوق کو مہمیز لگاتی ہے وہیں صبر کو بھی آزماتی ہے۔ زیرِ نظر کتاب "الدلیل المحکم فی نفی اثر القدم" اسی صبر کا ایک رحمانی تحفہ ہے۔ یہ کتاب پہلی مرتبہ فخر المطابع دہلی سے ۱۲۶۷ھ میں شائع ہوئی تھی۔ اس کے بعد یہ کتاب دوبارہ کبھی مرحلہ طباعت سے نہیں گزری۔ اصل کتاب فارسی میں لکھی گئی تھی، اس کا کسی دوسری زبان میں ترجمہ بھی نہیں ہوا۔ الحمد للہ مولانا آزاد لائبریری مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ سے اس کے مطبوعہ نسخے کا عکس حاصل ہوا۔ اس مطبوعہ نسخے کی اہمیت اس اعتبار سے بہت بڑھ جاتی ہے کہ اس پر مختلف مقامات پر فخر متاخرین احناف علامہ ابوالحسنات عبدالحی فرنگی محلی لکھنوی کے اختلافی حواشی بھی ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ ان حواشی کی نوعیت کیا ہے، ان حواشی کو بھی یادگارِ علمی کے طور پر شامل کتاب کر لیا گیا و نیز فاضل لکھنوی نے مصنف علام پر جو اعتراضات وارد کیے تھے ان کا جواب بھی دے دیا گیا ہے۔

اس کتاب کا رواں اردو ترجمہ کرنے پر جناب مولانا ابوالقاسم عبدالعظیم حفظہ اللہ اہل علم کے شکریے کے مستحق ہیں، اللہ انہیں اس کارِ خیر کا بہتر اجر عطا فرمائے، آمین۔ متن کتاب پر توضیحی حواشی کا فریضہ بھی جناب مترجم نے انجام دیا ہے جس سے کتاب کی اہمیت میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ تاہم متن کتاب ہی پر راقم الحروف نے بھی حاشیہ نگاری کی خدمت انجام دی ہے، جن مقامات حواشی کو راقم خاکسار کے قلم نے تحریر کیا وہیں اس کی تصریح بھی کر دی گئی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الحمد للہ یہ کتاب مرکز السنۃ لیسٹر (بریطانیا) کے زیر تحت شائع ہو رہی ہے۔ اس کی طباعت مرکز السنۃ اور اس کے وابستگان کے لیے باعث فخر ہے۔

محمد تنزیل الصدیقی الحسینی

۹ محرم الحرام ۱۴۳۶ھ/ ۳ نومبر ۲۰۱۴ء

کراچی

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

# تمہید

## [سبب تالیف رسالہ ہذا:] [1]

الحمد الله الخالق ذی المجد و الاقتدار، و الصلاة و السلام علی رسوله سید الأبرار، أحمد المختار، و علی آله الأطهار و اصحابه الکبار۔

وبعد: بندہ ناچیز پروردگار جبار کی رحمت کا امیدوار سیّد محمد نذیر حسین معبود بخشنہار اس کی خطاؤں کو درگزر فرمائے اور اسے فریب کاروں کے فریب اور اشرار کے شر سے بچائے عرض گزار ہے کہ زمانۂ ھذا میں جب کہ بدعتیں مذہبی شعار و شناخت کے روپ میں منتشر ہیں، فسق و فجور کا دار دورہ ہے، سید الابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شاہکار سنتوں سے ناواقفیت آشکار ہے، اور امور دینیہ سے متعلق ائمہ اخیار کے مقرر کردہ قواعد و ضوابط اور معتبر شروط کی بنا پر صحیح و سقیم اقوال و آراء کی معرفت اور تمیز ختم ہو چکی ہے، آج کل شہر دہلی [2] میں ایک موہوم قدم شریف کے نشان وجود کے انکار پر سرکش و بے مہار افراد کی طرف سے تکفیری

---

۱ اس جیسے قوسین کی جملہ عبارتیں اور عناوین راقم مترجم کے اضافہ کردہ ہیں۔

۲ "دہلی" متحدہ و منقسم ہندوستان کا موجودہ اور قدیم دار السلطنت اور اتر پردیش اور پنجاب کے دو بڑے صوبوں کے درمیان کا مشہور و معروف شہر، انگریزی میں مقلوب طریقے پر (Delhi) بولتے ہیں۔ اسی شہر کی طرف منسوب لوگوں پر "دہلوی" کا اطلاق ہوتا ہے۔ دہلی شہر دو حصوں میں منقسم ہے: پرانی دہلی اور نئی دہلی۔ پرانی دہلی کو صرف دہلی اور نئی دہلی کو نئی دہلی (New Delhi) کہا جاتا ہے۔ نئی دہلی کو جلال الدین فیروز شاہ خلجی نے اپنے سات سالہ دور حکومت (۶۸۸ھ/ ۱۲۹۰ء-۶۹۵ھ/ ۱۲۹۶ء) کی ابتداء میں آباد کیا ہے۔ (تاریخ فرشتہ اردو: ۱/ ۳۱۵)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فتوی جاری ہوا ہے، اور اس کی خوب اشاعت ہوئی ہے اور یہاں اس کے پائے جانے کا اقرار بھی کیا گیا ہے، اور اعتبار سے خالی ساقط وسقیم روایات واخبار کی بنیاد پر یہاں (شہر دہلی میں) اس کے وجود پر اجماع واتفاق ہو چکا ہے۔

لہٰذا بطور مشورہ اہل بصیرت کی عبرت کے لیے میں نے رسالہ ھذا کی تالیف فرمائی، اور ان حضرات کے لیے بھی جو شب وروز حسب فرمان الٰہی:-

اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَى- المائدۃ: ۸

"تقوی کے شایان شان تو یہی ہے کہ عدل سے کام لیا کرو۔"

پر عمل کیا کرتے ہیں۔

## [نشان قدم کا معجزہ ثابت نہیں ہے:]

راقم ناچیز (سیّد محمد نذیر حسین) کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے نقشِ قدم مبارک کے بقاء کا معجزہ اخبارِ صحیحہ بلکہ اسانیدِ ضعیفہ سے بھی کسی صحابی یا قدماء ثقات [زمانہ سلف کے ثقہ بزرگ] سے کسی ایک اہل علم کے نزدیک کسی بھی ایک ایسی صحیح یا ضعیف خبر کے ذریعہ جو محدثین وفقہاء رحمہم اللہ کے مقرر کردہ قواعد اور متعینہ اصول کی بنا پر ہو قطعاً ثابت نہیں ہے۔ یاد رہے کہ یہاں ہماری یہ بحث اس معجزہ کے منقول اور مروی ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں ہوگی، اور یہ کہ کیا یہ معجزہ صحیح وضعیف اخبار وروایات سے ثابت ہے یا نہیں؟ اس معجزہ کے امکان اور عدم امکان کی بحث میں ہم نہیں پڑیں گے، اس لیے کہ خرق عادت معجزات وکرامات کا صدور ظاہر عقل میں مستبعد اور محال نہیں ہے، بلکہ اہلِ اسلام خصوصاً اہل سنت کے نزدیک تو یہ عین ممکن ہے، اس باب میں کسی اہل ایمان کو شک وشبہ نہیں۔ بلکہ خرق عادت کا صدور تو آنحضرت ﷺ کی امت کے کسی بھی فرد سے ممکن ہے چہ جائیکہ آنحضرت ﷺ۔

بنابریں ہم کہتے ہیں کہ یہ معجزہ نقش قدم کسی بھی قابل اعتماد واعتبار کتاب مثلاً:-

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الشفاء قاضی عیاض [۱]، سیر ابن اسحاق [۲]، ابن ہشام [۳]، کتاب الوفاء ابن جوزی [۴]، مواہب لدنیہ [۵]، کنز الراغبین [۶]، روضۃ الاحباب [۷] اور طبری [۸] وغیرہ سے ثابت نہیں ہے۔

بنا بریں مختلف قسم کی احادیث، آثار و روایات کو جمع کرنے والے علامہ زماں رکن

---

۱ پورا نام "الشفاء بتعریف حقوق المصطفی" یا "... فی تعریف حقوق المصطفی" ہے۔ امام حافظ قاضی ابو الفضل عیاض بن موسی الیحصبی (متوفی ۵۴۴ھ) کی تصنیف ہے، مطبوع و متداول ہے۔

۲ السیر والمغازی، امام سیرت و مغازی محمد بن اسحاق بن یسار مطلبی مدنی (متوفی ۱۵۰ھ) کی تصنیف ہے اور اپنے فن کی سب سے پہلی کتاب ہے۔ مطبوع ہے۔

۳ "السیرۃ النبویۃ"، ابن ہشام ابو محمد عبد الملک الحمیری، (متوفی ۲۱۸ھ) کی تصنیف ہے۔ یہ کتاب در اصل سیرۃ ابن اسحاق کی تہذیب اور اس کا اختصار ہے۔ مطبوع و متداول ہے۔

۴ پورا نام "الوفاء فی فضائل المصطفیٰ" یا "... باحوال المصطفیٰ" ہے۔ علامہ ابو الفرج جمال الدین عبد الرحمن بن علی بن محمد الجوزی، (متوفی ۵۸۷ھ) کی تالیف ہے۔ مطبوع ہے۔

۵ پورا نام "المواہب اللدنیہ فی المنح المحمدیہ" ہے، شیخ شہاب الدین ابو العباس احمد بن محمد قسطلانی مصری (متوفی ۹۲۳ھ) کی تصنیف ہے۔ علامہ زرقانی کی شرح کے ساتھ مطبوع و متداول ہے۔

۶ پورا نام "کنز الراغبین العفاۃ فی الرمز الی المولد المحمدی و الوفاۃ" ہے، شیخ برہان الدین ابو اسحاق ابراہیم بن محمد شافعی دمشقی (متوفی ۹۰۰ھ) کی تصنیف ہے۔ (کشف الظنون)

۷ پورا نام "روضۃ الأحباب فی سیر النبی و الآل و الاصحاب" ہے۔ فارسی زبان میں شیخ جمال الدین (یا جلال الدین) عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی نیشاپوری (متوفی ۱۰۰۰ھ) کی دو جلد کی تصنیف ہے۔ (کشف الظنون)

۸ غالباً شیخ محب الدین احمد بن عبد اللہ الطبری (متوفی ۶۹۴ھ) کی کتاب "سیر النبی" مراد ہے۔ یا ممکن ہے مشہور مفسر امام ابو جعفر محمد بن جریر بن یزید طبری (متوفی ۳۱۰ھ) کی تاریخ طبری "تاریخ الرسل و الملوک" مراد ہو۔ دونوں کتابیں مطبوع و متداول ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الدین محمد الشامی [1] کہ ابن حجر [2]، ابن قیم [3] و جلال الدین سیوطی [4] سے متاخر ہیں اپنی کتاب "سبیل الہدیٰ و الرشاد فی احوال خیر العباد" [5] مشہور بسیرت شامی، جو آنحضرت ﷺ کے محاسن، عادات شریفہ اور معجزات کے باب میں مبسوط، جامع اور عدیم المثل کتاب ہے، کے سولہویں باب میں آپ ﷺ کی پنڈلی، قدم اور ران کی صفات کے بیان میں لکھتے ہیں بہت سے مداحین نے ذکر کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ جب چٹان یا پتھر پہ

---

۱ صاحب سیرت شامیہ "سبل الہدی..." علامہ شمس الدین محمد بن یوسف صالحی دمشقی (متوفی ۹۳۴ھ) ہیں۔ بعض حضرات پر ان میں اور صاحب سیرت حلبیہ "انسان العیون فی سیرۃ الامین المامون" علامہ علی بن برہان الدین حلبی شافعی (متوفی ۱۰۴۴ھ) میں اشتباہ واقع ہو جاتا ہے، اور کسی ایک کو دوسرے کی جگہ پر ذکر کر دیتے ہیں، یا دونوں کو ایک سمجھ لیتے ہیں، بہرکیف دونوں کی تصنیفات مطبوع و متداول ہیں۔

۲ مشہور شارح حدیث و ماہر رجال امام علامہ قاضی القضاۃ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی مصری، مصنف "فتح الباری شرح صحیح بخاری" و "بلوغ المرام" و "تہذیب التہذیب" و "تقریب التہذیب" وغیرہا۔ سنہ ۸۵۲ھ میں وفات پائی۔

۳ ماہر علوم وفنون اور مصنف تصانیف کثیرہ امام علامہ حافظ شمس الدین محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد بن القیم الجوزی الدرعی الدمشقی، شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے مشہور شاگرد ہیں، اور ان کی تعلیمات کی نشر و اشاعت میں سب سے پیش پیش ہیں۔ سن ۶۹۱ھ پیدا ہوئے اور سن ۷۵۱ھ میں وفات پائی۔

۴ مشارک علوم وفنون، مصنف تصانیف کثیرہ حافظ جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر بن محمد خضیری سیوطی مصری، ولادت ۸۴۹ھ اور وفات ۹۱۱ھ میں ہے۔ نواب صدیق حسن خاں کے علاوہ ہندوستان میں آج تک تنوع اور کثرت تصانیف میں کسی اور کو سیوطی جیسی عظمت حاصل نہیں ہوئی۔ بلکہ نواب صاحب تحقیق میں سیوطی سے فائق ہیں، جب کہ سیوطی غث و سمین جمع کر لینے میں یکتائے روزگار ہیں۔

۵ درست نام "سبل الہدی..." ہے نہ کہ "سبیل الہدی..." لیکن مصنف نے "سبیل الہدی..." بر بنائے مفرد ہی تحریر کیا ہے نہ کہ بر بنائے جمع، ہاں کتاب کے مطبوعہ نسخے پر "فی احوال" کی جگہ "...فی سیرۃ..." مطبوع ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



چلتے تو اس میں قدم دھنس جاتا اور قدم شریف کا نقش ظاہر ہوتا۔ قدم مبارک کی ان روایات کا حال یہ ہے کہ کتب حدیث وتاریخ میں اس کی اصل نہیں، جس خبر کی صحت ہی ثابت نہ ہو اسے آپ ﷺ کی طرف کیسے منسوب کیا جا سکتا ہے۔ ان کی عبارت حسب ذیل ہے:-

"الباب السادس عشر فی صفة ساقیه و فخذیه و قدمیه ﷺ

قال جابر بن سمرة رضی الله تعالیٰ عنه : كَانَ فِي سَاقَيْ رَسُولِ اللهِ ﷺ حُمُوشَةٌ۔

و قال سراقة بن مالک بن جُعشُم – بضم الجیم و الشین المعجمة بینهما عین مهملة – رضی الله عنه : دَنَوْتُ مِنْ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَ هُوَ عَلَى نَاقَتِهِ فَرَأَيتُ سَاقَه كَأَنَّهَا جُمَّارَةٌ نخل، رواه یعقوب ابن سفیان و ابراهیم الحربی۔

و قال انس رضی الله تعالیٰ عنه : انحسر الازار عن فخذ رسول الله ﷺ و هو راکب فی غزوة خیبر فانی لاری بیاض فخذ رسول اللّٰه ﷺ ، رواه ابن ابی خیثمة۔

و قال ایضاً : کان رسول اللّٰه خضم القدمین، رواه الشیخان و البیهقی۔

و قال هند بن ابی هالة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه : کان رسول اللّٰه ﷺ شثن الکفین و القدمین سائل الاطراف سبط القصب خمصان الاخمصین فسیح القدمین ینبو عنهما الماء۔ رواه الترمذی۔

و تقدم تفسیر غریبه الا قوله " خمصان " فسیاتی۔

و قال عبد الله بن بریدة رضی الله تعالیٰ عنه : کان رسول الله ﷺ احسن البشر قدما۔ رواه ابن عساکر۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



و قالت ميمونة بنت كردم بوزن جعفر -: انها رات سبابة قدم رسول الله ﷺ اطول من سائر اصابعه- رواه الامام احمد وغيره-

تنبيهات

الاول : ذكر كثير من المداح ان النبى ﷺ كان اذا مشى على الصخر غاصت قدماه فيه-

و لا وجود لذٰلک فى كتب الحديث البتة- و قد انكره الامام برهان الدين الناجى – بالنون – الدمشقى رحمه الله تعالىٰ و جزم بعدم وروده، و الشيخ رحمه الله تعالىٰ فى فتاويه و قال انه لم يقف له على اصل و لا سند و لا راى من خرجه فى شىء من كتب الحديث و ناهيک باطلاع الشيخ رحمه الله تعالىٰ- و قد راجعت الكتب اللاتى ذكرها فى آخر الكتاب فلم ار من ذكر ذٰلک، فشىء لا يوجد فى كتب الحديث و التواريخ كيف تسوغ نسبته للنبى ﷺ ؟ !

الثانى : فى حديث جابر بن سمرة قال : كانت خِنصر رسول الله ﷺ من رجله متظاهرة، رواه البيهقى- و فى سنده سلمة بن حفص السعدى- قال ابن حبان : كان يضع الحديث لا يحل الاحتجاج به و لا الرواية عنه، و حديثه هذا باطل لا اصل له، و رسول الله ﷺ كان معتدل الخلق-" انتهى كلام صاحب السيرة الشامية [1]

"سولہواں باب: آپ ﷺ کی دونوں پنڈلیوں، رانوں اور قدموں کا بیان

۱ جابر بن سمرہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی دونوں پنڈلیوں میں پتلا پن تھا۔ [2]

---

۱ سبل الہدیٰ والرشاد: ۲/ ۱۰۶-۱۰۸

۲ صاحب "سبل الہدیٰ و الرشاد" نے اسے صحیح مسلم کے حوالہ سے نقل کیا ہے، لیکن یہ روایت ترمذی کی ہے۔ دیکھو ترمذی، کتاب المناقب، باب ۴۳، حدیث ۳۸۸۹ اور کتاب الشمائل، باب ۳۵ اور مسند احمد (الفتح الربانی: ۵/ ۲۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۲ سراقہ بن مالک بن جعشم نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے نزدیک آیا، آپ ﷺ سواری پر تھے، میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی پنڈلی کھجور کے تنے کا بالائی سفید سرا جیسی ہے۔ [۱]

۳ انس بن مالک نے فرمایا کہ غزوہ خیبر میں اونٹ کی سواری کے وقت آپ ﷺ کی ران سے لنگی سرک گئی تو میں نے آپ ﷺ کے ران کی سفیدی دیکھ لی۔ [۲]

۴ نیز فرمایا آپ ﷺ کے دونوں قدم موٹے تھے۔ [۳]

۵ جابر بن سمرہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے قدم اور ہتھیلیاں موٹی گوشت بھری تھیں، بازو سیدھے لمبے تھے، بدن کے پچھلے حصہ میں پسار تھا۔ دونوں تلوے میں مناسب گولائی تھی دونوں قدموں میں ایسی چمکدار چکنائی تھی کہ گویا ان سے پانی ٹپک رہا ہو۔ [۴]

۶ عبداللہ بن بریدہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سب سے عمدہ قدم والے انسان تھے۔ [۵]

---

۱ بحوالہ یعقوب بن سفیان الفسوی، وابراہیم بن اسحاق الحربی المروزی البغدادی۔
نوٹ: اول الذکر کی کتاب "المعرفة و التاریخ" اور ثانی الذکر کی کتاب "دلائل النبوة" ہے، غالباً یہ روایت انہیں دونوں کتابوں سے ماخوذ ہے۔

۲ بحوالہ ابن ابی خیثمہ

۳ بحوالہ شیخین وبیہقی، دیکھو: دلائل النبوة (۱/۱۷۹-۱۸۰)

۴ ترمذی، کتاب الشمائل بروایت الحسن بن علی عن خالہ ہند بن ابی ہالہ، باب ۱، نیز دیکھو: دلائل النبوة ابونعیم (۲۲۷)، طبقات ابن سعد (۱/۴۲۲)، شرح السنۃ بغوی (۱۳/۲۷۱)، طبقات ابن سعد (۱/۴۱۴) میں ابوہریرہ اور انس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی معنی کی روایت موجود ہے۔

۵ بحوالہ طبرانی وابن عساکر۔
تنبیہ: عبداللہ بن بریدہ صحابی نہیں بلکہ تابعی ہیں، حضرت عمر کے دور خلافت میں پیدا ہوئے مرو کے قاضی، اور ثقہ تابعی تھے، تقریباً ایک سو سال کی عمر پائی، ۱۰۵ھ یا ۱۱۵ھ میں فوت ہوئے۔ ابن سعد نے انہیں اہل بصرہ میں شمار کیا ہے (طبقات: ۷/۲۲۱) راقم کے نزدیک وفات کی دوسری روایت راجح ہے۔ بنا بریں یہ روایت مرسل ہے۔ ابن سعد نے بھی اسے اسی طرح مرسل روایت کیا ہے (۱/۴۱۹)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۷ میمونہ بنت کردم فرماتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پیر کی (انگوٹھے کے بعد کی) انگلی کو دیکھا جو آپ کی تمام انگلیوں سے لمبی تھی۔ [1]

(تنبیہ:۱) بہت سے متأخرین نعت گویوں نے ذکر کیا ہے کہ نبی ﷺ جب پتھر پر چلتے تھے تو آپ کے دونوں قدم اس میں دھنس جاتے تھے، لیکن حدیث کی ایک بھی کتاب میں اس کا سرے سے ذکر نہیں ہے۔

امام برہان الدین ناجی دمشقی نے اس کا انکار کیا ہے اور اپنے فتاویٰ میں کوئی بھی ایسی روایت نہ ہونے کا یقین کیا ہے اور کہا ہے کہ: انہیں اس روایت کی بنیاد اور سند کی واقفیت نہیں ہے اور نہ حدیث کی کسی بھی کتاب میں دیکھا ہے کہ فلاں نے اپنی سند سے اسے بیان کیا ہے۔

شیخ ناجی کی یہ وسعت معلومات ہی تمہارے لیے کافی ہے اور خود میں (رکن الدین شامی) نے اس کتاب کے آخر میں ذکر کردہ مراجع ومصادر کی کتابوں کو کھنگال ڈالا، تو میں نے بھی نہیں دیکھا کہ کسی نے اسے بیان کیا ہو۔ لہٰذا جو چیز حدیث اور تاریخ کی ایک کتاب میں بھی نہیں ملتی نبی ﷺ کی طرف اس کی نسبت کیسے مناسب ہوگی؟

(تنبیہ: ۲) جابر بن سمرہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے پیر کے کنارے کی انگلی الگ نمایاں تھی۔ بیہقی نے اسے روایت کیا ہے [2]، لیکن اس کی سند میں سلمہ بن حفص السعدی راوی بھی ہے۔ [3]

ابن حبان نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ حدیث گھڑتا تھا، اسے بطور حجت پیش کرنا اور اس سے روایت کرنا حلال نہیں، اس کی یہ حدیث باطل اور بے اصل

---

۱ بحوالہ احمد وغیرہ۔ نیز دیکھو: طبقات ابن سعد (۸/ ۳۰۴) دلائل النبوۃ بیہقی (۱/ ۱۸۳)

۲ دلائل النبوۃ بیہقی (۱/ ۱۸۴) نیز دیکھو مسند احمد، الفتح الربانی (۲۲/ ۶۵)

۳ سلمہ بن حفص السعدی الکوفی میزان الاعتدال (۲/ ۱۸۹) میں ان کا ترجمہ موجود ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے" رسول اللہ ﷺ معتدل خلقت والے تھے۔" [1] (سیرت شامی کا بیان ختم ہوا) [2]

مفسرین میں قاضی بیضاوی [3]، صاحبِ تفسیر کبیر [4]،

---

۱ المجروحین ابن حبان (۱/۳۳۹) حافظ ابن حجر نے تعجیل المنفعة (۱۵۹) میں مذکورہ حوالہ سے اسے نقل کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر نے تاریخ میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد "هذا حديث غريب" لکھا ہے، اور ہیثمی نے مجمع الزوائد میں سلمہ بن حفص کی بنا پر اسے ضعیف قرار دیا ہے، راقم الحروف کے نزدیک متظاہرہ کے معنی کشادہ ہونا ہے جو پیروں کا عیب نہیں بلکہ خوبی ہے۔ اس صفت میں ہر ایک انگلی دوسری سے علیحدہ اور معمولی طور پر الگ الگ نظر آتی ہے اور جراثیم سے محفوظ رہتی ہے اور یہ بھی اعتدال خلقت کی جنس سے ہے۔

۲ رسالہ ھذا کے حاشیہ پر علامہ شامی کی مذکورہ بالا دونوں تنبیہ کا فارسی ترجمہ مطبوع ہے، بعدہ کچھ اضافہ بھی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:-

"بعض نعت گو شعراء نے آپ ﷺ کی شان میں یہ رباعی بھی کہی ہے:

ہر چہ اسباب جمالست رخ خوب ترا ہمہ بروجہ کمالست کما لایخفی

خوبی وشکل وشمائل، حرکات وسکنات آنچہ خوباں ہمہ دارند تو داری تنہا

راقم مترجم کہتا ہے کہ اس رباعی میں اس معنی کی تضمین ہے:

حسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

نیز اس موقع پر ہمیں گلستان سعدی- علیہ الرحمہ- کا یہ عربی شعر یاد آ رہا ہے:

بلغ العلی بکمالہ، کشف الدجی بجمالہ حسنت جمیع خصالہ، صلو علیہ وآلہ

جس کی اردو تعبیر یہ ہے:

کمال مرتبہ حاصل ہوا ظلمت کیا روشن خصائل سب محاسن ہیں، پڑھو صل علیٰ ان پر

۳ قاضی القضاۃ علامہ ناصر الدین ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بن محمد بن علی بیضاوی شافعی، صاحب تفسیر "انوار التنزیل و اسرار التاویل" وغیرہ کتب مفیدہ متوفی ۶۸۵ھ یا ۶۹۱ھ

۴ امام فخر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسین بن الحسن بن علی التمیمی البکری الطبرستانی الرازی، صاحب تفسیر "مفاتیح الغیب (المعروف بہ تفسیر کبیر)" وغیرہ، وفات ۶۰۶ھ

===

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



صاحب نیشاپوری [1]، مدارک نسفی [2]، حسینی [3] اور صاحب جواہر [4] وغیرہ کی آیت کریمہ:-

فِيْهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ اِبْرَاهِيْمَ - آل عمران: ۹۷

"اس بیت اللہ میں کھلی نشانیاں ہیں، مقام ابراہیم ہے۔"

کی تفسیر سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ پتھر میں حضرت ابراہیم علیہ وعلیٰ نبینا الصلاۃ و السلام کے قدموں کا دھنس جانا اور اس میں ان کا نشانِ قدم پڑ جانا، اور اس نشان کا زمانہ دراز تک باقی رہ جانا ابراہیم علیہ السلام کی ہی ایک خصوصیت ہے۔

---

== نوٹ: مشہور متکلم مزاج مفسر قرآن امام فخر الدین رازی کے بارے میں مشہور یہی ہے کہ وہ التمیمی البکری یعنی صدیقی النسب تھے، لیکن امام رازی کے سوانح نگار مولانا عبدالسلام ندوی کے بقول امام رازی نے خود تصریح کی ہے کہ وہ نسباً فاروقی تھے۔ (امام رازی: ۱) (تنزیل)

۱ علامہ نظام الدین بن الحسن بن الحسین بن محمد بن الحسین خراسانی نیشاپوری، معروف بہ نظام اعرج مولف تفسیر "غرائب القرآن و رغائب الفرقان" ۷۳۰ھ میں ہندوستان کے شہر دولت آباد وارد ہوئے۔ تاریخ وفات معلوم نہیں ہے۔

۲ امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی الحنفی مشہور زاہد اور اصولی وفقیہ ہیں۔ تفسیر میں "مدارک التنزیل و حقائق التاویل" اور دیگر علوم وفنون کی کتابوں کے مصنف ہیں سنہ ۷۰۱ھ میں وفات پائی۔

۳ "تفسیر حسینی" کے نام سے دو تفسیریں ہیں۔ ایک ملا حسین بن علی واعظ کاشفی (م ۹۱۰ھ) کی تفسیر ہے جبکہ دوسری شیخ ابو یوسف یحیٰ بن محمود گجراتی (م ۱۱۰۱ھ) کی۔ اول الذکر شیعہ اور ثانی الذکر مشائخ چشتیہ میں سے تھے۔ معلوم نہیں یہاں کس کی تفسیر مراد ہے، تاہم ملا حسین واعظ کاشفی کی تفسیر اہل علم میں متداول ہے، اور اس کے متعدد مخطوطات پاک و ہند میں پائے جاتے ہیں۔ مولوی فخر الدین نے "تفسیر قادری" کے نام سے اس کا اردو ترجمہ کیا ہے۔ (تنزیل)

۴ صاحب تصانیف کثیرہ الامام الحجۃ ابوزید عبدالرحمٰن بن محمد بن مخلوف الثعالبی الجزائری المغربی المالکی مراد ہیں، تفسیر میں "الجواهر الحسان فی تفسیر القرآن" تالیف کیا۔ ۸۷۶ھ میں فوت ہوئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



"تفسیر نیشاپوری" اور اسی طرح "تفسیر بیضاوی" میں ہے:-

"الدلیل عبر عنه بلفظ الجمع کقوله ان ابراهیم کان امة واما ان یجعل المقام مشتملا علی آیات لان اثر القدم فی الصخرة الصماء آیة، وغوصه فیها الی الکعبین آیة والانة بعض الصخرة دون بعض آیة وابقاء هذا الاثر دون آثار سائر الانبیاء آیة خاصة لابراهیم وحفظت کثرة اعدائه من المشرکین واهل الکتاب والملاحدة الوفاً من السنین۔" [1]

"اور اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ خصوصیت لفظ جمع (آیات بینات) سے تعبیر کی گئی ہے، جیسے فرمان الٰہی: اِنَّ اِبْرَاهِیْمَ کَانَ اُمَّةً [النحل: ۱۲۰]" بے شک ابراہیم اپنے آپ میں تنہا ایک امت تھے" میں ہے۔ رہا یہ کہ مقام ابراہیم میں متعدد نشانیاں موجود ہیں تو سخت پتھر میں نشان قدم پڑ جانا ایک نشانی ہے۔ قدم کا ٹخنوں تک اس میں دھنس جانا دوسری نشانی ہے۔ بعض پتھر کا دوسرے کے مقابل میں نرم ہو جانا تیسری نشانی ہے۔ جملہ انبیاء کے نشانات کو چھوڑ کر صرف اسی علامت کا باقی رہ جانا بھی ایک ایسی چوتھی نشانی ہے جو حضرت ابراہیم کے ساتھ خاص ہے اور مشرکین، ملحدین اور اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) میں سے ایک کثیر تعداد کی دشمنی کے باوجود اس نشان قدم کا ہزاروں سال محفوظ رہ جانا بھی (پانچویں) نشانی ہے۔"

اور تفسیر کبیر میں ہے:-

"الثانی ان مقام ابراهیم اشتمل علی الآیات لان اثر القدم فی الصخرة الصماء آیة و غوصة فیها الی الکعبین آیة و الانه بعض الصخرة دون بعض آیة و ابقاء دون سائر آیات الانبیاء علیهم السلام آیة خاصة لابراهیم و حفظه مع کثرة اعدائه من الیهود و النصاریٰ و المشرکین و

---

[1] ملاحظہ ہو تفسیر "غرائب القرآن" نیشاپوری، و تفسیر "انوار التنزیل" بیضاوی، زیر تفسیر آیت ۹۷ سورہ آل عمران۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الملحدین الوف سنین آیة فثبت ان مقام ابراهیم آیات کثیرة ۔" ۱

"دوم: بیشک مقام ابراہیم متعدد آیات ونشانات پر مشتمل ہے۔سخت پتھر میں نشان قدم پڑ جانا ایک نشانی ہے۔قدم کا ٹخنوں تک اس میں دھنس جانا دوسری نشانی ہے۔ بعض پتھر کا دوسرے کے مقابل میں نرم ہو جانا تیسری نشانی ہے۔ جملہ انبیاء کے نشانات کو چھوڑ کر صرف اسی علامت کا باقی رہ جانا بھی ایک ایسی چوتھی نشانی ہے جو حضرت ابراہیم کے ساتھ خاص ہے اور یہود ونصاریٰ، مشرکین اور ملحدین میں سے ایک کثیر تعداد کی دشمنی کے باوجود اس نشان قدم کا ہزاروں سال محفوظ رہ جانا بھی نشانی ہے۔لہٰذا ثابت ہوا کہ تنہا ایک مقام ابراہیم ہی میں بہت سی نشانیاں ہیں۔"

"تفسیر مدارک" میں ہے:-

"و صح بیان الجماعة بالواحد لانه وحده بمنزلة آیات کثیرة لظهور شانه و قوة دلالته علی قدرة الله تعالیٰ و نبوة ابراهیم علیه السلام من تاثیر قدمه فی حجر صلد او لاشتماله علی آیات لان اثر القدم فی الصخرة الصماء آیة و غوصه فیها الی الکعبین آیة و لانه بعض الصخرة دون بعض آیة و ابقائه دون سائر آیات الانبیاء علیهم السلام آیة لابراهیم خاصة۔" ۲

"جماعت کو واحد سے تعبیر کرنا درست ہے کیونکہ وہ تنہا بہت سی آیات ونشانات کے قائم مقام ہے۔سخت پتھر میں ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے نشان سے ان کی نبوت اور قدرت الٰہی پر اپنی قوت دلالت، اور واحد کے باوجود اپنی شان کی عظمت کے سبب۔ یا مندرجہ ذیل نشانات وعلامات پائے جانے کے سبب (بعدہ مذکورہ بالا نشانیوں میں سے صرف ابتدائی چار نشانیاں ذکر کردی ہیں)۔"

---

۱ ملاحظہ ہو تفسیر رازی "مفاتیح الغیب" زیر آیت مذکور۔

۲ ملاحظہ ہو تفسیر نسفی "مدارک التنزیل" زیر آیت مذکور۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مندرجہ بالا تفسیری نقول وحوالہ جات [1] سے ثابت ہوا کہ پتھر میں قدم کا نقش ہونا اور مدت دراز تک اس کا باقی رہ جانا ایک ایسا معجزہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے، اگر یہ معجزہ جناب نبی کریم ﷺ سے بھی ظاہر ہوا ہوتا تو بدیہی طور پر مفسرین اسے اس جگہ ذکر کرتے [2]، حالانکہ ایک بھی مفسر نے اسے یہاں ذکر نہیں کیا ہے، جس سے اس کا ظاہر نہ ہونا ثابت ہوتا ہے، کیونکہ ایک چیز کو چھوڑ کر کسی دوسرے چیز کا کسی ایسے مقام میں ذکر کرنا جہاں اس کی حاجت ہو اس کا مکمل بیان مانا جاتا ہے اور اس کے عدم ذکر سے بیان میں خلل واقع ہوتا ہے۔

---

۱ قاری کتاب عمدۃ الاحناف مولانا ابوالحسنات عبدالحی فرنگی محلی نے بقلم خود یہاں فارسی میں یہ حاشیہ آرائی کی ہے کہ:-

"برمتامل مخفی نیست کہ صاحب مدارک و امام رازی و صاحب تفسیر نیشاپوری خاصۃ را در بیان بقا ایں آیت آوردہ اند پس خصوصیت بقا ایں آیت بہ ابراہیم ثابت شد وانچہ مؤلف ایں رسالہ فہمیدہ کہ خاصہ متعلق بہ ہر یک امور ثلثہ است غلط است۔" ابوالحسنات عفا اللہ عنہ

یعنی: "غور وفکر کرنے والے سے یہ بات مخفی نہیں کہ ائمہ تفاسیر: نسفی، رازی اور نیشاپوری نے اس آیت کے تحت اس خصوصیت کے بقاء کا ذکر کیا ہے، لہٰذا اس آیت میں اس خصوصیت کے بقاء کا ثبوت ہے۔ لیکن مولف رسالہ (سید محمد نذیر حسین) نے غلطی کی کہ اس خصوصیت کو امور سہ گانہ مذکور کے ساتھ سمجھ بیٹھے۔"

میں (مترجم رسالہ ھذا) کہتا ہوں کہ مؤلف رسالہ کو خطاوار قرار دینے والے خود خطا کر بیٹھے، اس لیے کہ ان کی مندرجہ ذیل عبارت اسی مراد کے بیان کی مصرح ہے۔

۲ لکھنوی عمدۃ الاحناف مذکور نے یہاں بھی یہ تعلیق کی ہے کہ: "عدم ذکر مفسرین مستلزم عدم ثبوت نیست ....." ابوالحسنات عفا اللہ عنہ

یعنی: "مفسرین کا اسے ذکر نہ کرنا اس کے عدم کی دلیل نہیں ہے....."

میں (مترجم) کہتا ہوں مانا کہ آپ کی بات درست ہے لیکن بتائیے کہ کیا قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر میں علماء اسلام کے کسی ایک فرد کے نزدیک بھی کسی صحیح سند سے یہ معجزہ ثابت ہے؟ اگر نہیں تو نہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



فرقۂ حنفیہ کے اصول وفروع دونوں میں مذکور ہے:-

"فلو بقی شئ یحتاج الی البیان و لم یبین لزمه الاخلال فی البیان فی موضع الحاجة۔"

"اگر کوئی ایسی چیز رہ جائے جس کے بیان کی حاجت موجود ہو لیکن اس کا بیان نہ ہو سکے تو ضرورت کے مقام پر اس کا بیان نہ ہونے سے لازماً خلل واقع ہوتا ہے۔"

"عنایہ" اور "کفایہ" وغیرہ معتبر کتبِ حنفیہ میں ایسا ہی مذکور ہے۔ بلا شبہ ماہر سیرت نگاروں کا اتنا بیان ہی انصاف پسند حضرات کے لیے کافی ووافی ہے۔

البتہ نقش قدم کے بڑے دعویداروں کا یہ دلیل بنانا کہ "کان اذا وطئ علی الصخرة أثر فیه" آپ جب پتھر پر پیر رکھتے تھے تو نشان پڑ جاتا تھا۔ یا ابن القیم کے شاگرد حافظ زبیری حنبلی کے قول کو دلیل بنانا کہ "کان اذا مشیٰ علی الصخرة لان تحت أقدامه" آپ جب پتھر پر چلتے تھے تو قدموں کے نیچے کی زمین نرم ہو جاتی، اور جب ریت پر چلتے روزمرہ کی عادت کے برخلاف اس میں نشان نہ پڑتا۔ یا "قصیدہ ہمزیہ" اور اس کی شروحات سے دلیل لینا۔[1]

---

[1] "القصیدة الهمزیه فی مدح خیر البریة" صاحب قصیدہ بردہ شرف الدین محمد بن سعید بن حماد بن عبداللہ صنہاجی بوصیری مصری متوفی ۶۹۶ھ کا نعت نبوی میں معروف قصیدہ ہے۔ قصیدہ ۴۵۶ اشعار پر مشتمل ہے۔ بعض اشعار میں شاعرانہ طرز کا مبالغہ اور غلو موجود ہے۔ اکثر نعت نبوی پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اس کا نام "ام القریٰ" رکھا گیا ہے۔ مطلع یہ ہے:-

کیف ترقی رقیک الأنبیاء  یا سماء ما طاولتها سماء

البتہ قصیدہ کا مشارالیہ شعر (نمبر ۸۱) یہ ہے:-

فبما رحمة من الله لانت  صخرة من ابائهم صماء

پورا قصیدہ "مجموع أمهات المتون" (ص: ۹۱-۱۱۷) پر مطبوع ہے۔ شیخ احمد بن محمد ہیثمی مکی متوفی ۹۷۳ھ نے "المنح المکیة" نام سے اس کی شرح کی، لیکن بعد میں اس کا نام "افضل ===

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



یا علامہ جلال الدین سیوطی کی "انموذج اللبیب" اوغیرہ کتابوں کو بطور دلیل پیش کرنا قابل اعتبار نہیں ہے۔

یہ جملہ دلائل کئی وجہ سے محل نظر اور قابل اعتراض ہیں:-

## وجہ اوّل

یہ ہے مذکورہ بالا دونوں مقولوں ["كان اذا وطئ على الصخرة أثر فيه" اور "كان اذا مشىٰ على الصخرة لان تحت أقدامه"] سے یقین اور کثرت وقوع لازم آتا ہے، اور عمومیت کا فائدہ ملتا ہے۔ یعنی یقیناً آپ کا نقش قدم پڑ جاتا تھا، ایسا کثرت سے ہوتا تھا، اور ایسا ہونا عام عادت تھی۔ کیونکہ دونوں عبارتوں میں لفظ کان ذا (کلما) کے معنی کا فائدہ دے رہا ہے۔ مثلاً اگر کوئی کہے: "اذا قام زيد قام عمرو" جب زید اٹھے گا تو عمرو اٹھے گا، تو گویا وہ یہ کہہ رہا ہے: "كلما قام زيد قام عمرو" جب جب زید اٹھے گا تو عمرو بھی اٹھے گا۔

ابن عصفور [۲] وغیرہ نحوی حضرات اسی کے قائل ہیں بلکہ ابن عصفور نے "و هو الصحيح" اور یہی بات صحیح ہے، بھی کہا ہے۔

---

== القرى لقراء ام القرىٰ" رکھ دیا، بعض دیگر حضرات نے بھی اس کی شرحیں لکھی ہیں۔

۱ "أنموذج اللبيب فى خصائص الحبيب" علامہ سیوطی کی اپنی ہی کتاب "الخصائص الكبرى" کی تلخیص ہے اور دو ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا باب ان اوصاف وخصائص پر مشتمل ہے جو آپ ﷺ کو دیگر انبیاء پر حاصل ہے۔ دوسرے باب میں ان خصائص کا بیان ہے جو آپ ﷺ کو اپنی امت پر حاصل ہے۔ (کشف الظنون حاجی خلیفہ)

۲ ابن عصفور علی بن مومن بن محمد بن علی حضرمی اشبیلی اندلسی، عربی صرف ونحو اور قواعد کی مفید کتابوں کے مصنف اور اندلس میں اپنے دور کے علوم عربیہ کے علم بردار ہیں۔ ۵۹۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۶۶۳ھ یا ۶۶۹ھ میں وفات پائی۔ (بغیۃ الوعاۃ لسیوطی)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



قرآن کریم بھی اسی کی گواہی دیتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے وضو کے بیان میں اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلاةِ فاغْسِلُواْ وُجُوهَكُمْ کہا ہے، یعنی جب تم نماز کے لیے اٹھو، اور معلوم ہے کہ وضو اور نماز میں کثرت اور تکرار دونوں پائی جاتی ہیں، اور جنابت کے باب میں وَ اِن كُنتُمْ جُنُباً فَاطَّهَّرُواْ کہا ہے، یعنی اور اگر تم جنبی (حالت ناپاکی میں) رہو، اور معلوم ہے کہ جنابت وضو کے بالمقابل کم تعداد میں ہوا کرتی ہے۔ ماہرین بلاغت بھی اس بات کو بخوبی جانتے ہیں۔

"الاتقان" میں ہے:-

"و تختص "اذا" بدخولها على المتيقن و المظنون و الكثير الوقوع، بخلاف "ان"۔ فانها تستعمل فى المشكوك و الموهوم و النادر۔ و لهذا قال الله تعالى : اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلاةِ فاغْسِلُواْ وُجُوهَكُمْ [المائدة : ٦] ثم قال : وَ اِن كُنتُمْ جُنُباً فَاطَّهَّرُواْ [المائدة : ٦] فأتى ب "اذا" فى الوضوء لتكرره و كثرة أسبابه، و ب "ان" فى الجنابة لندرة وقوعها بالنسبة الى الحدث۔ و قال تعالى : فَاِذَا جَاءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُواْ لَنَا هَذِهِ وَ اِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَة يَطَّيَّرُواْ بِمُوسَى وَمَن مَّعَهُ [الاعراف : ١٣١] و قال : وَاِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا بِهَا وَ اِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَة بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ [الروم : ٣٦] فأتى فى جانب الحسنة ب "اذا"، لأن نعم الله على عباده كثيرة و مقطوع بها، و ب "ان" فى جانب السيئة، لأنها نادرة الوقوع، و مشكوك فيها۔ و خالفت "اذا"، "ان" أيضا فى افادة العموم۔ قال ابن عصفور : فاذا قلت : "اذا قام زيد قام عمرو" أفادت أن "كلما قام زيد قام عمرو" و قال : هذا هو الصحيح۔" [1]

---

[1] الاتقان فى علوم القرآن سيوطى :١/١٤٩، النوع الأربعون فى معرفة معانى الأدوات التى يحتاج اليها المفسر۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



"اذا" یقینی، ظنی اور کثیر الوقوع تینوں کے ساتھ بولا جاتا ہے۔ برخلاف "ان" کے جو مشکوک، موہوم اور نادر الوقوع پر بولا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے ارشاد باری ہے: إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ [المائدۃ: ٦] "جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے منہ کو اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھولو" پھر فرمایا: وَإِن كُنتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا [المائدۃ: ٦] "اور اگر تم حالتِ جنابت میں ہو تو غسل کرلو۔" لہٰذا وضو میں تکرار اور اس کے اسباب کی کثرت کے سبب لفظ "اذا" سے بیان کیا، اور نواقض وضو کے اعتبار سے جنابت کی قلت وندرت کے سبب اسے "ان" سے بیان کیا، اور جیسے فرمایا: فَإِذَا جَاءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوا لَنَا هَٰذِهِ وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا بِمُوسَىٰ وَمَن مَّعَهُ [الاعراف: ۱۳۱] "تو جب ان پر خوش حالی آجاتی تو کہتے کہ یہ تو ہمارے لیے ہونا ہی تھا اور اگر انہیں کوئی بدحالی پیش آجاتی تو اسے موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی نحوست بتلاتے۔" اور جیسے ارشاد فرمایا: وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا بِهَا وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ [الروم: ٣٦] "اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ خوب خوش ہوجاتے ہیں، اور اگر انہیں ان کے ہاتھوں کی کرتوت کی وجہ سے کوئی بدی پہنچ جائے تو وہ ایک دم بالکل مایوس ہوجاتے ہیں۔" لہٰذا ان دونوں آیات میں "حسنۃ" اور "رحمۃ" کے ساتھ لفظ "اذا" استعمال ہوا، کیونکہ بندوں پر نعمت الٰہی بہت ہیں اور قطعی طور پر ہیں، اسی طرح "سیئۃ" کے ساتھ دونوں مقام پر "ان" استعمال ہوا۔ کیونکہ بدی اور بدحالی شاذ ونادر آجاتی ہے اور وہ بھی مشکوک ہوتی ہے کہ واقعتاً وہ بدی اور بدحالی ہے یا نہیں ہے؟ اور "اذا" عموم کا فائدہ دینے میں "ان" کا مخالف بھی ہے۔ ابن عصفور نحوی کہتے ہیں کہ جب تم بولو کہ "اذا قام زید قام عمرو" جب زید اٹھے گا تو عمرو اٹھے گا، تو اس کا مطلب ہوگا: "کلما قام زید قام عمرو" جب جب زید اٹھے گا عمرو بھی اٹھے گا۔" "اذا" کا معنی بیان کرنے میں یہی بات صحیح اور برحق ہے۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



لہٰذا آپ ﷺ کا نقش قدم پتھر پر کثرت سے پڑنے کے باوجود تینوں قرون اولیٰ کے لوگوں کی خاموشی اور جملہ متقدمین اور متاخرین اصحاب روایات کی اکثریت کا سکوت، اور ان کا آپ کے معجزات میں کسی ایسی بات کا ذکر نہ کرنا اور اس کی کرید میں نہ پڑنا[۱] دو حال سے خالی نہیں :-

۱ عمدۃ الاحناف مولانا ابو الحسنات عبدالحی یہاں بھی فارسی میں بقلم خود حاشیہ طراز ہیں :-
"ایں تقریر بعینہ منتقض است بہ بعض اخبار و افراد و آحاد کہ بروایتش افراد رواۃ پرداختہ و جمہور از اں تعرض نہ کردند۔ پس لازم آنکہ جملہ افراد و آحاد غیر ثابت باشد و من التزم ذٰلک فلا نکلم معہ، وغایۃ مافی الباب اینکہ حدیث مذکور ضعیف باشد مثل دیگر احادیث نہ آنکہ غیر ثابت و عجب است کہ مؤلف باوجود وجدان حدیث دلیل عقل را بر عدم ثبوت مرآ رد و العقل لا یعارض النقل۔" ابو الحسنات عفا اللہ عنہ
یعنی :" مؤلف رسالہ کی یہ بحث بھی بعض افراد کی اس روایت سے جاتی رہی جو اگرچہ خبر واحد اور خبر مفرد ہے، جمہور نے اس کی روایت نہیں کی ہے۔ کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ جملہ افراد اور جملہ آحاد غیر موثوق ہوں اور جو شخص ایسا مانتا ہو اس سے ہم گفتگو نہیں کرتے۔ حاصل کلام اینکہ یہ حدیث اپنی ہی جیسی دیگر احادیث کی طرح صرف ضعیف ہے، غیر ثابت شدہ نہیں ہے البتہ تعجب ہے مولف رسالہ پر کہ حدیث سے اشتغال کے باوجود اس کے عدم ثبوت میں دلیل عقلی لا رہے ہیں، جب کہ دلیل عقلی دلیل نقلی (شرعی) کے معارض نہیں ہوتی۔"
میں (مترجم) کہتا ہوں کہ عمدۃ الاحناف کی تردید میں مقدمہ صحیح مسلم میں ابو ہریرہ کی وارد شدہ حدیث ہی کافی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" آخر زمانہ میں کچھ بڑے جھوٹے فریب کار ہوں گے جو تمہیں ایسی حدیثیں پیش کریں گے جو نہ تم نے سنا ہوگا اور نہ تمہارے باپ دادا نے، تم ایسے لوگوں سے خود کو بچاؤ اور ایسے لوگوں کو خود سے بچاؤ، وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔" (مقدمہ مسلم فواد ۷، دار السلام ۱۶) اللہ معاف فرمائے کیا حضرت تعلیق نگار نے دیکھا نہیں کہ محدثین کے "ضعیف" کہنے اور "غیر ثابت" یا "ثابت نہیں" کہنے میں بڑا فرق ہے، لہٰذا وہ پہلے اس کی سند پیش کریں پھر ضعیف قرار دیں۔ چاہئے تو یہ کہ پہلے عرش ثابت کریں پھر نقش و نگار بنائیں، عرش کے بغیر نقش نہایت بے تکی بات ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اول: یہ کہ متقدمین کو اس کی کوئی بنیاد ہی نہ ملی ہو کہ اس واقعہ کی کرید کرتے۔

دوم: یہ کہ انہیں اس وقعہ کی بنیاد تو ضرور ملی ہو لیکن اس میں کچھ ایسی علت اور نکارت ہو جس نے انہیں اسے چھوڑنے اور ذکر نہ کرنے پر مجبور کر دیا ہو۔ بالخصوص وہ مفسرین حضرات جنہیں آیت کریمہ فِيْهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ اِبْرَاهِيْمَ کی تفسیر کے وقت اس کے بیان کی حاجت تھی۔

اور یہ بات گذر چکی ہے کہ انہوں نے نقش پا کا ثبوت، اور بعض پتھروں کے بالمقابل کچھ دوسرے پتھروں کا نرم ہو جانا، اور اس نشان قدم کا زمانہ دراز تک (بلکہ آج تک) باقی رہ جانا صرف ابراہیم کی خصوصیات میں شمار کیا ہے۔ جب کہ اس مقام پر رسول اللہ ﷺ سے کسی ایسے معجزہ کے صدور کے ذکر سے اعراض کیا ہے۔ اگر کسی ایسے معجزہ کا آپ ﷺ سے بالاستمرار صدور ہوا ہوتا تو اسے ابراہیم علیہ السلام کے اوصاف خصوصی میں شمار نہ کرتے۔

لہٰذا مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں اس قصہ کا منقول ہونا تسلیم کر لینے کی حد کو نہیں پہنچتا۔ نہ وہ علمائے راسخین کے نزدیک لائق اعتبار اور قابل اعتماد بنتا ہے، جسے ایک ادنی طالب علم بھی بخوبی جانتا ہے۔

بنا بریں جامع شتات ہمسراں و محقق متاخراں صاحب سیرت شامیہ فرماتے ہیں کہ ان باتوں کی کچھ اصل نہیں ہے۔ [1]

## وجہ دوم

یہ ہے کہ جتنے حضرات نقش پائے رسول ﷺ کا یہ معجزہ ذکر کرتے ہیں اسے بے سند ذکر کرتے ہیں۔ وہ کسی صحابی تک اس کی سند کا اتصال نہیں بیان کرتے۔ جب کہ کسی ثابت

---

[1] دیکھو علامہ شامی کی ذکر کردہ (تنبیہ:۱) جو گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



شدہ سند کے بغیر کوئی خبر درجۂ اعتبار کو نہیں پہنچتی۔ لہٰذا حدیث وسیرت سے اس علم کے حصول کے لیے دو چیزیں درکار ہیں:-

۱ درجہ بدرجہ راویوں کے حالات سے آگاہی۔

۲ فہم معنی میں احتیاط۔

اور یہ ایسا ہے کہ اگر پہلی بات میں مباہلہ ومناظرہ ہو جائے تو جھوٹا سچے سے مل جائے، جیسا کہ مسئلہ مذکور میں ہے۔ چنانچہ تابعین واتباع تابعین سے اسی مفہوم کی یہ بات مذکور ہے کہ "الاسناد من الدین ولو لا الاسناد لقال من شاء ما شاء" سندیں جزو دین ہیں، اگر سندیں نہ ہوتیں تو جس کا جو جی چاہتا کہتا پھرتا۔

اس مفہوم کی بعض عبارتیں" مقدمہ صحیح مسلم" سے مندرجہ ذیل ہیں:-

امام محمد بن سیرین [1] سے منقول ہے:-

"لم یکونوا یسألون عن الاسناد، فلما وقعت الفتنة قالوا : سموا لنا رجالکم، فینظر الی أهل السنة فیؤخذ حدیثهم، و ینظر الی أهل البدعة فلا یؤخذ حدیثهم۔" [2]

" پہلے لوگ اسناد کے بارے میں کوئی پوچھ گچھ نہیں کرتے تھے لیکن جب فتنہ آ گیا تو کہنے لگے: اپنے راویوں کے نام بیان کرو۔ لہٰذا جب وہ راوی اہل سنت دکھائی دیتے تو ان کی حدیث لے لی جاتی اور اگر وہ بدعتی دیکھے جاتے تو ان کی احادیث نہیں لی جاتیں۔"

اور عبداللہ بن مبارک [3] نے فرمایا:-

---

۱ مشہور ومعروف عظیم الشان تابعی امام محمد بن سیرین متوفی ۱۱۰ھ

۲ مقدمہ صحیح مسلم: ۲۷

۳ مشہور ومعروف امام، فقیہ اور زاہد ابوعبدالرحمن عبداللہ بن مبارک مروزی، مصنف "کتاب الزہد و الرقائق" اور "کتاب الجہاد"، متوفی ۱۸۱ھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



"الاسناد من الدین و لو لا الاسناد لقال من شاء ما شاء۔" [1]

"اسناد جزو دین ہیں، اگر اسناد نہ ہوں تو جس کا جو جی چاہے کہتا پھرے۔"

نیز فرمایا:-

"بيننا و بين القوم القوائم، يعنى : الاسناد۔" [2]

"ہمارے اور لوگوں کے درمیان کچھ ستون ہیں، یعنی اسناد۔"

اور جب اجماع امت بھی بلا اسناد معتبر نہیں ہے تو بلا دلیل ایک دوسرے کی تقلید کرنے والے دو تین افراد کا قول کیسے قبول کیا جا سکتا ہے؟

صاحب "فتح القدیر" شیخ ابن الہمام [3] "کتاب التحریر" میں رقمطراز ہیں:-

"مسألة : لا اجماع الا عن مستند، و الا انقلبت الأباطيل صوابا، أو أجمع على خطا، لأنه قول كل، و قول كل بلا دليل محرم۔"

"مسئلہ: بلا استناد اجماع بھی قابل اعتناء نہیں، ورنہ باطل سچ بن جائیں، یا خطا و غلط پر اجماع منعقد ہو جائے، کیونکہ وہ مکمل گفتگو ہے اور مکمل گفتگو بلا دلیل حرام ہے۔"

دیگر کتب اصول فقہ میں بھی یہی مرقوم ہے۔

اس اجمال کی تفصیل "عجالۂ نافعہ" مؤلفہ مولانا شاہ عبد العزیز میں امر اول کے بیان میں ملاحظہ ہو، شاہ عبد العزیز لکھتے ہیں:-

"امر اوّل، یعنی ملاحظہ حال رواۃ مخبرین در صدر اوّل یعنی از زمان تابعین و تبع تابعین تا زمان بخاری و مسلم رنگے دیگر داشت کہ از حال رجال ہر شہر و ہر زمان بحث و تفتیش می کردند، در ہر کہ بوے از بے دیانتی و کذب و سوء حفظ می شمیدند حدیث او را قبول نمی کردند لہٰذا در احوال رجال دفاتر مبسوط و کتب مضبوط نوشتہ اند و دریں

---

۱ مقدمہ صحیح مسلم: ۳۲

۲ مقدمہ صحیح مسلم: ۳۲

۳ شارح ہدایہ علامہ ابن الہمام کمال الدین محمد بن عبد الواحد حنفی، متوفی ۸۶۱ھ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



زمان رنگ دیگر دارد و حالا کتبے کہ مجرد برائے صحاح اند بعد ازاں کتابہائے کہ قابل اعتبار اند جدا باید دانست بعد ازاں کتابہائے کہ واجب الرد والترک اند علاحدہ باید داشت تا در ورطہ تخلیط واقع نشوند و اگر متاخرین محدثین را ایں تمیز و ترتیب از دست رفتہ است ناچار در بعضے مسائل خلاف جمہور سلف کردہ اند و باحادیثے کہ در کتب غیر معتبرہ یافتہ تمسک جستہ اند۔

[دریں جا نقل عبارت حضرت والد ماجد قدس سرہ نمایم تا مراتب کتب احادیث بترتیب واضح گردد و ایشاں میفرمایند باید دانست] [1]

کہ کتب احادیث باعتبار صحت وشہرت وقبول بر چند طبقہ میشوند و مراد ما از صحت آں ست کہ مصنف التزام کند ایراد احادیث صحیحہ یا حسنہ وغیر آن در آنجا وارد نکند مگر مقرون بہ بیان حال آن از ضعف وغرابت وعلت وشذوذ وزیرا کہ ایراد ضعیف و غریب ومعلول با بیان حال آں قدح نمی کند و مراد ما از شہرت آں ست کہ اہل حدیث طبقہ بعد طبقہ ب آں کتاب مشغول شوند بطریق روایت وضبط مشکل تخریج احادیث آں تا ہیچ چیز از آں غیر مبین نماند و مراد از قبول آں ست کہ نقاد حدیث آں کتاب را اثبات کنند و براں اعتراض نکنند وحکم صاحب کتاب را در بیان حال احادیث آں کتاب تصویب وتقریر نمایند وفقہا ب آں احادیث تمسک نمایند بی اختلاف وبے انکار پس طبقہ اولیٰ از کتب حدیث سہ کتاب اند موطا وصحیح بخاری ومسلم، وقاضی عیاض کتاب مشارق الانوار را برائے شرح ایں سہ کتاب مخصوص نوشتہ وطبقہ ثانیہ احادیثی کہ دریں ہر سہ صفت بدرجہ احادیث صحیحین نرسیدہ اند لیکن قریب بصحیحین اند دریں صفات وآں حدیث جامع ترمذی وسنن ابوداود وسنن نسائی است کہ مصنفان ایں کتب مشہور ومعروف اند بوثوق وعدالت وحفظ وضبط وتبحر

---

[1] بین القوسین عبارت مصنف علام نے نقل نہیں کی ہے لیکن چونکہ بیان واقعہ کے لیے ضروری تھی اس لیے بین القوسین درج کی گئی۔ (تنزیل)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



درفنون حدیث و دریں کتابہا بتساہل وتسامح راضی نہ شدہ اند وحال حدیث وعلت آں بقدر امکان بیان نمودہ اند لہٰذا فیما بین علماء اسلام شہرت یافتہ اند پس ایں شش کتاب را صحاح ستہ نامند وطبقہ ثالثہ احادیثی کہ جماعۃ از علماء متقدمین برزماں بخاری ومسلم یا معاصرین آنہا یا لاحقین ب آنہا درتصانیف خود روایت کردہ اند و التزام صحت نہ نمودہ وکتب آنہا درشہرت وقبول درمرتبہ اولیٰ وثانیہ نرسیدہ ہرچند مصنفین آن کتب موصوف بودند بہ تبحر درعلوم حدیث ووثوق وعدالت وضبط واحادیث صحیح وحسن وضعیف بلکہ متہم بالوضع نیز دراں کتب یافتہ میشود و درجال آں کتب بعضے موصوف بعدالت اند وبعضے مستور وبعضے مجہول واکثر آں احادیث معمول بہ نزد فقہا نشدہ اند بلکہ اجماع برخلاف آنہا منعقد گشتہ، ودریں کتب ہم تفاضل وتفاوت است بعضہا اقوی من بعض اسامی آں کتب ایں ست مسند امام شافعی، سنن ابن ماجہ، مسند دارمی، مسند ابی یعلیٰ موصلی، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابی بکر ابن ابی شیبہ، مسند عبد بن حمید، مسند ابی داود طیالسی، سنن دارقطنی، صحیح ابن حبان، مستدرک حاکم (آہ باید دید) وطبقہ رابعہ احادیثے کہ نام ونشان آنہا درقرون سابقہ معلوم نبود ومتاخران آں را روایت کردہ اند بس حال آنہا از دو شق خالی نیست یا سلف تفحص کردند وآنہا را اصلی نیافتہ اند تا مشغول بروایت آنہا می شدہ اند، یا یافتند ودراں قدح وعلتی دیدند کہ باعث شد ہمہ آنہا را بر ترک روایت آنہا وعلی کل تقدیر ایں احادیث اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملے ب آنہا تمسک کردہ شود ولنعم ما قال بعض الشیوخ فی امثال ہذا شعر

فان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ

و ان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم

وایں قسم احادیث راہ بسیاری از محدثین زدہ است وبجہت کثرت طرق ایں احادیث کہ دریں قسم کتب موجود اند مغرور شدہ حکم بتواتر آنہا نمودہ ودرمقام قطع ویقین بداں تمسک جستہ برخلاف احادیث طبقات اولیٰ وثانیہ وثالثہ مذہبے برآوردہ اند ودریں قسم

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



احادیث کتب بسیار مصنفہ شدہ اند برخی را بشماریم کتاب الضعفاء لابن حبان، تصانیف حاکم، کتاب الضعفاء للعقیلی، کتاب الکامل لابن عدی، تصانیف ابن مردویہ، تصانیف خطیب، تصانیف ابن شاہین، تفسیر ابن جریر، فردوس دیلمی بلکہ سائر تصانیف او تصانیف ابی نعیم، تصانیف ابن عساکر، تصانیف جوزقانی، تصانیف ابو الشیخ، تصانیف ابن نجار و بیشتر مساہلہ و وضع احادیث در باب مناقب و مثالب و در تفسیر و بیان اسباب نزول و در باب تاریخ و ذکر احوال بنی اسرائیل و قصص انبیاء سابقین و ذکر بلدان و اطعمہ و اشربہ و حیوانات واقع شدہ و در طب و رقی و عزایم و دعوات و ثواب نوافل نیز ایں حادثہ روداده ابن الجوزی در موضوعات خود غالب ایں احادیث را مجروح و مطعون ساختہ دلائل وضع و کذب آنہا را مبرہن نمودہ کتاب تنزیہ الشریعہ در دفع غائلہ ایں احادیث کافی است و مایہ تصانیف شیخ جلال الدین سیوطی در رسائل و نوادر خود ہمیں کتابہاست و اشتغال باحادیث ایں کتب و استنباط احکام از انہا لا طایل می نماید۔"[1]

"امر اول، یعنی صدر اول کے خبر بیان کرنے والے راویوں کی حالت کی آگاہی، یعنی تابعین و تبع تابعین کے دور سے بخاری و مسلم کے دور تک۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ وہ لوگ ہر زمانہ اور ہر شہر کے راویان و رجال کے حالات سے بحث کرتے تھے۔ جس کسی میں بھی انہیں عدم امانت، جھوٹ اور غلط حافظے کا احساس ہوا اس کی روایت انہوں نے قبول نہ کی۔ لہٰذا راویان و رجال کے حالات میں انہوں نے مبسوط کتابیں تالیف کیں۔ اس لیے وہاں تو دوسرا رنگ ہی دکھائی پڑتا ہے۔ اور رہا اب! تو کتنی کتابیں ہیں جو صحیح بخاری سے ماخوذ ہیں۔ پھر وہ کتابیں ہیں جو درجۂ اعتبار کو نہیں پہنچتیں۔ لیکن وہ بھی ایک دوسرے کے ہم پلہ نہیں ہیں۔ پھر وہ کتابیں ہیں جنہیں آمیزش سے بچنے بچانے کے لیے چھوڑ دینا اور انہیں پس پشت ڈال دینا واجب ہے۔ تمیز و ترتیب کا یہ طریقۂ کار بعض متاخرین محدثین سے جاتا رہا، اسی لیے انہوں

---

[1] عجالۂ نافعہ فارسی: ۹۴ مطبوعہ محمدی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نے بعض مسائل میں جمہور سلف سے اختلاف کیا، اور غیر معتبر کتابوں کی احادیث بطور دلیل اپنالیں۔

[اس مقام پر حضرت والد ماجد (شاہ ولی اللہ) قدس سرہ کی عبارت نقل کرتا ہوں جس سے کتب احادیث کے مراتب کی ترتیب واضح ہوگی، حضرت فرماتے ہیں]

معلوم ہو کہ کتب حدیث صحت، شہرت اور قبولیت کے اعتبار سے درجہ بدرجہ ہیں:-

"صحت" (صحیح ہونے) کا مفہوم یہ ہے کہ مؤلف نے اس کتاب میں احادیث صحیحہ یا حسنہ لانے کی پابندی کی ہو، اگر ان کے علاوہ کوئی اور قسم کی حدیث لانی ہو تو اس کے ضعف، غرابت، علت اور شذوذ کی حالت بیان کرتے ہوئے لائی جائے۔ ضعیف، غریب اور معلول حدیث کی حالت بیان کر کے اسے مندرج کرنا عیب نہیں ہے۔

"شہرت" کا مفہوم یہ ہے کہ محدثین یکے بعد دیگرے اس کی روایت اور تخریج میں لگے رہے ہوں اور اس کتاب کی کوئی حدیث غیر واضح نہ ہو۔

اور "قبولیت" کا مطلب یہ ہے کہ نقادان حدیث اس کتاب کو پایۂ ثبوت تک پہنچائیں اور اس پر انہیں اعتراض نہ ہو، اور مؤلف کتاب احادیث پر جو حکم لگاتے ہوں اسے برقرار رکھیں۔ نیز فقہاء بھی اس کتاب کو بلا اختلاف و انکار حجت و استدلال میں لائیں۔

چنانچہ (طبقہ اول) کی کتابیں تین ہیں: موطا امام مالک، صحیح بخاری اور صحیح مسلم۔ قاضی عیاض نے "مشارق الانوار"[1] میں صرف انہیں تینوں کتابوں کی شرح کی ہے۔

(طبقہ ثانیہ) کی کتابیں وہ ہیں جن کی احادیث ان تینوں اوصاف (صحت، شہرت اور قبولیت) میں صحیحین کی احادیث کے درجہ کو پہنچتی ہیں اور ان صفات میں وہ ان کے قریب تر ہو جاتی ہیں، جیسے جامع ترمذی، سنن ابوداود اور سنن نسائی کی احادیث، جن کے مؤلفین کو ثقاہت، عدالت، حفظ، ضبط اور فنون حدیث کی مہارت میں شہرت

---

۱ پورا نام "مشارق الانوار علی صحاح الآثار" ہے، مصر اور تونس سے چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حاصل ہے، وہ تساہل اور غفلت پسند نہیں ہیں۔ انہوں نے بقدر امکان حدیث کی حالت اور علت بیان کر دی ہیں، اور علماء اسلام کے درمیان اسی سے مشہور ہیں، اسی وجہ سے ان کی کتابیں علماء اسلام کے نزدیک (عرف عام میں) "صحاح ستہ" سے مشہور ہیں۔

(طبقہ ثالثہ) ان کتب احادیث کا ہے جنہیں ایسے علماء نے اپنی روایات جمع کر کے تألیف کیا ہے جو امام بخاری و مسلم سے پہلے، یا بعد، یا ان کے زمانہ کے ہیں، لیکن انہوں نے احادیث کی صحت کا التزام نہیں کیا ہے، نہ ان کی کتابیں قبولیت و شہرت میں پہلے اور دوسرے درجہ کی کتابوں کے ہم پلہ ہیں، اگرچہ ان کے مصنفین ذاتی طور پر علم میں تبحر، ثقاہت، عدالت اور ضبط کی صفت سے متصف ہیں۔ ان کتابوں میں صحیح، حسن اور ضعیف تینوں اقسام کی حدیثیں پائی جاتی ہیں، بلکہ متہم بالوضع راویان حدیث کی روایات بھی ان میں موجود ہیں۔ نیز ان کی اسانید میں موصوف بالعدالہ، مستور اور مجہول رواۃ بھی ہیں، فقہاء کے نزدیک ان کتابوں کی اکثر احادیث معمول بہا بھی نہیں ہیں، بلکہ اس کے برعکس پر اتفاق اور اجماع بھی ہو چکا ہے۔

اس درجہ کی کتابیں بعض بعض پر فائق، بعض کم و بیش اور بعض بعض سے قوی اور قوی تر ہیں۔ اس قسم کی کتابوں میں مسند امام شافعی، سنن ابن ماجہ، مسند دارمی، مسند ابو یعلی موصلی، مصنف عبد الرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، سنن دار قطنی، صحیح ابن حبان اور المستدرک حاکم وغیرہ جیسی کتابیں ہیں۔[1]

(طبقہ رابعہ) ان احادیث کا ہے جن کا ذکر قرون سابقہ (اسلام کی ابتدائی صدیوں) میں نہیں ملتا، انہیں صرف بعد کے لوگوں نے روایت کیا ہے۔ لہٰذا وہ احادیث دو حال سے خالی نہیں۔

پہلی حالت یہ ہے کہ سلف نے ایسی احادیث کی تحقیق و تفتیش کی تو ان کی کوئی اصل اور

---

[1] یہ تمام کتابیں عرصہا دراز سے علماء میں متداول رہی ہیں اور اب مطبوع بھی ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بنیاد نہیں ملی کہ ان کی روایت میں مشغول ہوتے۔

دوسری حالت یہ ہے انہیں وہ احادیث ملیں تو ضرور، لیکن ان میں علت نظر آئی، لہٰذا ان کی روایت سے باز رہے۔

دونوں میں سے ہر ایک حالت میں کسی عقیدہ کے اثبات یا کسی عمل کا مدار بنانے میں یہ احادیث نا قابل اعتماد ٹھہریں۔ ان کی کیفیت اسی مشہور شعر کی رہی:-

فان کنت لا تدری فتلک مصیبة و ان کنت تدری فالمصیبة اعظم

جس کا شعری مفہوم یہ ہے:-

تمہیں معلوم نہ ہونا مصیبت تمہیں معلوم ہونا بھی مصیبت

اس قسم کی حدیثوں نے بہت سے محدثین کے ہاں راہ لی، اور اس قسم کی کتابوں میں ان کے اسانید وطرق کی کثرت سے لوگوں کو بہت دھوکہ ہوا حتیٰ کہ انہوں نے ان پر (کثرت اسناد وطرق کے سبب) حدیث متواتر کا حکم لگا دیا اور پہلی، دوسری اور تیسری قسم کے برخلاف قطعی اور یقینی کے مقام میں انہیں رکھا، اور ان کی روشنی میں ایک نئے مذہب کی طرح ڈال دی۔

اس قسم کی احادیث پر مشتمل بے شمار کتابیں تیار کی گئیں، جن میں سے بعض یہ ہیں:- کتاب الضعفاء لابن حبان، تصانیف حاکم، کتاب الضعفاء للعقیلی، کتاب الکامل لابن عدی، تصانیف ابن مردویہ، تصانیف خطیب (بغدادی)، تصانیف ابن شاہین، تفسیر ابن جریر، مسند فردوس دیلمی بلکہ ان کی جملہ تصانیف، تصانیف ابی نعیم، تصانیف ابن عساکر، تصانیف جوزقانی، تصانیف ابوالشیخ اور تصانیف ابن نجار۔

ان کتابوں میں زیادہ تر تساہل اور وضع، مناقب ومثالب، تفسیر، اسباب نزول، تاریخ، حالات بنی اسرائیل، ابنیاء سابقین کے قصص و حکایات، اور شہروں، اشیائے خورد ونوش اور حیوانات کے فضائل، اور طب اور تعویذ گنڈے، جھاڑ پھونک، دعائیں، اوراد واذکار اور نوافل کے ثواب کے بیان سے متعلق ابواب میں

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



درآیا۔ابن الجوزی نے اپنی کتاب "الموضوعات" میں ان جیسی احادیث پر خوب جرح وطعن کیا ہے، اوران کے کذب ووضع کے دلائل بیان کیے ہیں۔ان احادیث کے عیوب وعلل کی واقفیت کے لیے "تنزیہ الشریعہ" [1] کا مطالعہ تمہارے لیے کافی ہوگا۔

شیخ جلال الدین سیوطی کے رسائل ونوادرات کا دارومدار انہیں کتابوں پر ہے۔ [2]

ان کتابوں کی احادیث میں انہماک اوران سے احکام مستنبط کرنے میں سے کوئی فائدہ بھی نہیں۔"

مولانا شاہ عبدالعزیز قدس سرہ کی عبارت برسبیل اختصار اختتام پذیر ہوئی، تفصیل کے خواہش منداصل کتاب ملاحظہ فرمائیں۔

بس شیخ جلال الدین سیوطی کے رسائل ونوادرمسائل کا مدارانہی کتب مذکورہ غیرمعتبرہ پر ہے، جیسا کہ صاحب عجالہ نافعہ کی تحقیق ہے۔اس قصۂ نعل مبارک وقدم شریف پر بھی جس کے بیان میں ہم لگے ہوئے ہیں جب تک اس فن (حدیث) کے علماء کے طریقہ کے مطابق اس کی سند ثابت نہ ہواس پر اعتماد نہیں کیا جائے گا۔ [3]

صرف شعراء ومدح گویوں کا اپنے قصائد اورمنظوم ومنثورمصنفات میں اس معجزہ کو

---

[1] پورا نام "تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأحاديث (عن الأخبار) الشنيعة الموضوعة" ہے۔علی بن محمد بن عراق کنانی (م ۹۶۳ھ) کی تصنیف ہے، مطبوع اورمتداول ہے۔

[2] ناظرین علامہ جلال الدین سیوطی کے مجموعہ رسائل "الحاوی للفتاوی" کے مطالعہ سے بھی اس دعوی کی تحقیق کرسکتے ہیں۔

[3] چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز قدس اللہ سرہ العزیز "تحفہ" کے دسویں باب میں ارقام فرماتے ہیں، عبارت حسب ذیل ہے:-

"اعتبارحدیث نزد اہل سنت وجماعت نیافتن حدیث درکتب مسندہ محدثین مع الحکم بالصحۃ است وحدیث بے سند نزد ایشاں شتر بے مہاراست کہ اصلا گوش براں نمی نہند۔"

یعنی: "کسی حدیث کے معتبر ہونے کے لیے مسانید محدثین میں پائے جانے کے ساتھ ساتھ اس پر==

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دعوی بلا دلیل کی صورت میں بیان کر دینا لائق اعتبار نہیں ہے۔ اور یہ بھی انتہائی مضحکہ خیز بات ہے کہ حضرت مجیب [1] نے "شرح قصیدہ ہمزیہ" [2] سے اپنی مطلب برآوری کی کوشش کی ہے، اور اپنے دعوی کے مخالف دلائل کو چھوڑ کر عبارت کے اختتام کی طرف اشارہ کر

---

== صحیح ہونے کا حکم ہونا بھی ہے۔ بلا اسناد کوئی بھی حدیث محدثین کے نزدیک قطعاً قابل التفات نہیں۔" (مؤلف)

میں (مترجم) کہتا ہوں کہ معلوم نہیں "تحفہ" سے کون سی تالیف مراد ہے "تحفہ اثنا عشریہ" یا کوئی اور؟ جب کہ "تحفہ اثنا عشریہ" صرف نو ابواب پر مشتمل ہے اور اس میں یہ عبارت مجھے دستیاب نہیں ہوئی، اور نہ شاہ صاحب کی کوئی دوسری کتاب کا نام ہی مجھے معلوم ہو سکا جس میں لفظ "تحفہ" لگا ہوا ہو۔

۱ رسالہ ہذا میں آگے ایک دوسرے مقام پر حاشیہ میں مذکور ہے کہ مجیب سے مراد شاہ احمد سعید اور ان کے تلامذہ و مریدین بالخصوص مولوی کریم اللہ وغیرہ ہیں۔

شاہ احمد سعید مجددی ۱۲۱۷ھ میں پیدا ہوئے۔ شیخ احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانی کی اولاد امجاد میں سے تھے، نسباً فاروقی تھے۔ شاہ ابو سعید مجددی سرہندی نقشبندی کے صاحبزادہ اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے شاگرد ہیں۔ اپنے وقت کے کبار مشائخ حنفیہ میں شمار ہوتے ہیں۔ اصحاب الحدیث کی تردید اور بدعات کی نشر و اشاعت میں بہت ساعی تھے۔ شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی کی کتاب "مسائل اربعین" کی تردید میں "تحقیق الحق المبین فی اجوبۃ مسائل الاربعین" لکھی۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ شاہ احمد سعید کو شاہ محمد اسحاق سے رشتہ تلمذ بھی حاصل تھا۔ عبد الرحیم نظامانی "تحقیق الحق المبین" کے اردو ترجمہ میں شاہ احمد سعید کے حالات میں لکھتے ہیں:-

"مولوی اسحاق دہلوی سے بھی آپ نے حدیث شریف پڑھی، لیکن بعد میں ان کے وہابی ہو جانے کی وجہ سے آپ نے اس کی روایت حدیث ترک کر دی۔" (تحقیق الحق المبین اردو: ۲)

۱۸۵۷ء کے حادثہ دہلی کے بعد ہجرت کر کے مدینۃ النبی چلے گئے تھے وہیں ۲ ربیع الاول ۱۲۷۷ھ میں وفات پائی۔ (نزہۃ الخواطر: ۷/ ۴۷-۴۹، تذکرہ کاملان رام پور: ۳۰، فیض الملک الوھاب المتعالی، تحقیق الحق المبین اردو: ۱-۱۳، تحفہ زواریہ (مکتوبات شاہ احمد سعید مجددی): ۹۸)۔ (تنزیل)

۲ معلوم نہیں کون سی شرح قصیدہ ہمزیہ مراد ہے، ہیثمی کی یا کوئی دیگر؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دیا ہے جو قطعاً درست نہیں، انہیں اس کے بعد کی عبارت بھی لانی چاہیے تھی، جو یہ ہے:-

"ثم هذا الذی ذکره الناظم ذکر غیره ممن تکلم علی الخصائص لکن بلا سند الیٰ آخر ما فی شرح القصیدة الهمزیة۔"

"پھر یہ بات جو اس قصیدہ کے ناظم (شاعر)[1] نے ذکر کی ہے، خصائص پر قلم فرما بعض دوسرے لوگوں نے بھی ذکر کی ہے، جس کی کوئی سند نہیں ہے۔"

شرح قصیدہ ہمزیہ کے آخر تک کی عبارت ملاحظہ کی جائے، دیکھو شارح خود اس کے "بلا سند" ہونے کا اعتراف کر رہے ہیں۔ یہاں یہ بات لائق غور و فکر ہے کہ "سند" کے معنی لغت میں اس طرح مذکور ہیں:-

سند: پہاڑ کا وہ حصہ ہے جو وادی اور دامن سے اونچا ہو اور تمہارے سامنے ہو۔ انسان کا سہارا اس کی سند ہے۔ اور متن اور عبارت حدیث تک پہنچنے کے واسطے اور ذرائع بھی سند ہیں۔[2]

محدثین کی اصطلاح میں:-

"السند اخبار عن طریق المتن من قولهم فلان سندی ای معتمدی فسمی سنداً لاعتماد الحفاظ فی صحة الحدیث و ضعفه علیه، و الاسناد هو رفع الحدیث الی قائله۔"[3]

---

۱ ناظم قصیدہ شیخ بوصیری مراد ہیں جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

۲ بحوالہ القاموس المحیط فیروز آبادی (سند) نیز دیکھو: لسان العرب ابن منظور، تاج العروس زبیدی، الصحاح جوہری، معجم مقاییس اللغہ ابن فارس وغیرہ، مادہ (س ن د)

۳ بحوالہ خلاصہ ابن الصلاح۔ راقم مترجم کہتا ہے کہ دراصل یہی کتاب "مقدمہ ابن الصلاح" کے نام سے موسوم ہے۔ ابن الصلاح: ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمن بن عثمان کردی شہرزوری ہیں۔ تفسیر و حدیث، اسماء رجال اور فقہ و لغت میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ بیت المقدس اور دمشق میں تدریس کے فرائض انجام دیئے۔ ۶۴۰ھ میں وفات پائی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



"متن تک پہنچنے کی راہ بتانے کو" سند" کہتے ہیں یہ لوگوں کے قول: فلان سندی فلاں میری سند ہے یعنی میرا بھروسہ مند ہے سے بنا ہے۔ لہٰذا حدیث کی صحت یا ضعف میں حفاظ حدیث کے اس پر اعتماد کر لینے کے سبب اسے سند کہا گیا ہے اور حدیث کو اس کے قائل تک ملانے کو" اسناد" کہتے ہیں۔"

"السند اخبار عن طریق المتن و الاسناد رفع الحدیث الی قائله و المراد من المتن ما ینتهی الیه الاسناد من رفع او وقف او دونه۔" [1]

"متن تک پہنچنے کی راہ بتانے کو" سند" کہتے ہیں اور حدیث کو اس کے قائل تک ملانے کو " اسناد" کہتے ہیں اور "متن" کا اطلاق مرفوع یا موقوف یا کسی اور صورت میں اسناد کے منتہا کو کہتے ہیں۔"

لہٰذا شارح قصیدہ ہمزیہ کا اس قصہ کو" بلا سند" کہنا خواہ لغوی معنی میں ہو یا محدثین کے اصطلاحی معنی میں بہر دو صورت اثبات قصہ کے دعویداروں کی بنیاد کو ختم کر دیتا ہے جو منکرین قصہ کی کھلی اور واضح دلیل ہے۔ اس لیے کہ سند متن کے راہ کی اطلاع دہی کا نام ہے، اور یہاں یہ بات معدوم و مفقود ہے۔ لہٰذا دلیل شرعی کے مطابق یہ قصہ اعتبار سے گر گیا، کیونکہ اصول فقہ میں مذکور ہے کہ علم حدیث و سنت اپنی اسناد پر موقوف ہے کسی دیگر شئ پر نہیں۔

" التحریر" شیخ ابن الہمام اور "مسلم الثبوت" [2] میں ہے:-

---

۱ بحوالہ حاشیہ شرح النخبہ۔ معلوم نہیں شرح نخبہ کا کون سا حاشیہ مراد ہے؟

۲ مسلم الثبوت (ص ۱۵ مع التقریر مطبوعہ بنارس) حنفی اصول فقہ میں علامہ قاضی محب اللہ بن عبد الشکور بہاری کی اہم ترین کتاب ہے۔ بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے آپ کو لکھنؤ کا قاضی مقرر کیا۔ بعدہ شاہ عالم کے ساتھ کابل میں اہم منصب پر فائز ہوئے۔ ۱۱۱۸ھ میں اورنگ زیب کی وفات کے جب شاہ عالم کابل سے واپس آ کر دہلی کے تخت پر بیٹھا تو اس نے آپ کو" فاضل خاں" کا خطاب دے کر ہندوستانی ریاستوں کا صدر الصدور بنا دیا۔ منطق میں "سلم العلوم" اور فلسفہ میں" الجوہر الفرد" نامی کتابیں بھی تالیف کیں۔ ۱۱۱۹ھ میں فوت ہوئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



"حجة السنة ضرورية دينية و يتوقف العلم بتحققها علىٰ طريقة السند و هو الاخبار عنه بانه حدّث به فلان او خلق۔"

"حجیت سنت ایک دینی ضرورت ہے، اس کا علم طریقہ سند پر موقوف ہے، یعنی یہ کہ اسے فلاں نے یا کسی ایک جماعت نے دوسرے سے بیان کیا ہے۔"

اس کے شارح فاضل عبدالعلی [1] لکھتے ہیں:-

"المراد بالسنة متنها و بالطريق سندها و هو الاخبار عن متن السند۔"

"سنت سے مراد متن حدیث ہے، اور طریق سے مراد اس کی سند ہے، یعنی متن سنت کا بیان ہے۔"

"تدریب الراوی شرح تقریب النواوی" میں ہے:-

"فحقيقة الرواية نقل السنة و نحوها، و اسناد ذلک الى من عزىٰ اليه بحديث أو اخبار أو غير ذلک۔ و موضوعه : السند و المتن۔ و غايته : معرفة الصحيح من غيره۔" [2]

"لہٰذا روایت کی حقیقت سنت یا اس جیسی چیز کا نقل کرنا ہے، اور جس کی طرف وہ منسوب ہو اس کی اسناد اس کی طرف کرنا ہے خواہ وہ حدیث ہو یا خبر ہو یا اور کوئی دیگر چیز ہو۔ اور اس کا موضوع: سند اور متن ہیں۔ اور اس کی غرض و غایت: صحیح اور غیر صحیح کی معرفت حاصل کرنا ہے۔"

لہٰذا غور و فکر کے بعد مخفی نہیں کہ اس معجزہ نقش پا کا عدم ثبوت شارح قصیدہ ہمزیہ کی تقریر سے بھی ثابت ہو گیا۔ اسی طرح "أنموذج اللبيب فى خصائص الحبيب" میں شیخ

---

[1] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ملا عبدالعلی محمد بن نظام الدین انصاری فرنگی محلی لکھنوی (متوفی ۱۲۲۵ھ) کی تصنیف ہے۔ المستصفی غزالی کے حاشیہ پر اپنے متن کے ساتھ مطبع امیریہ مصر سے ۱۳۲۲ھ میں شائع ہوئی۔

[2] ابجد العلوم ص ۶۶۱ مولفہ نواب صدیق حسن خان قنوجی بھوپالی میں بھی تقریباً یہی معنی بیان کیا گیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جلال الدین سیوطی کا یہ لکھنا بھی بے سند اور بے دلیل ثابت ہو گیا کہ: "کانت اصبعه المسبحة أطول أصابعه، و ما أشار الی شئ الا أطاعه، و لا وطئ علی صخر الا أثر فیه، أو فی نخل الا و بورک فیها" آپ ﷺ کی شہادت کی انگلی سب انگلیوں سے لمبی تھی، اور آپ ﷺ جس چیز کی طرف اشارہ کر دیتے آپ کی مطیع و فرمانبردار ہو جاتی، اور جس پتھر پر قدم رکھ دیتے اس میں نشان پڑ جاتا، اور کھجور کے جس درخت میں چاہتے اس میں برکت ہو جاتی۔

الغرض سیوطی کا پہلا جملہ "کانت اصبعه المسبحة أطول أصابعه" آپ ﷺ کی شہادت کی انگلی تمام انگلیوں میں لمبی تھی بھی یقیناً باطل اور غلط ہے، اگرچہ بعض اکابر مثلاً حکیم ترمذی [1] نے اسے ذکر کر دیا ہے اور انہیں کی اتباع میں قرطبی اور دمیری نے بھی نقل کیا ہے [2] کیونکہ بہتر بات یہ ہے کہ دلائل پر نگاہ ہونی چاہیے، فضائل پر نہیں۔

اس قصہ کے باطل اور غلط ہونے ہی کی وجہ سے حافظ ابوالفضل عراقی [3] نے حکیم ترمذی اور ان کے متبعین کو اس مسئلہ میں خطاوار قرار دیا ہے اور صاحبِ سیرت شامی بھی بآواز بلند اپنی کتاب کے پندرہویں باب (آپ ﷺ کے دست مبارک اور بغل کی صفات کے بیان) کی دوسری تنبیہ میں فرماتے ہیں:-

"(التنبیه الثانی) : زعم الحکیم الترمذی و تبعه ابو عبد الله القرطبی و

---

۱ حکیم ترمذی سے مراد مشہور صوفی ابو عبد اللہ محمد بن علی بن حسن بن بشیر المؤذن مولف کتاب "نوادر الاصول" ہیں۔ ۲۵۵ھ میں شہادت پائی۔

۲ معلوم نہیں قرطبی (م ۶۷۱ھ) نے اسے اپنی کتاب میں کہاں ذکر کیا ہے۔ البتہ دمیری (م ۸۰۸ھ) نے اسے "شرح المنہاج" میں ذکر کیا ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

۳ ممکن ہے حافظ ابو الفضل عراقی (م ۸۰۶ھ) نے اسے اپنی کتاب "نظم الدرر السنیة فی السیرة النبویة" میں ذکر کیا ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



الدمیری فی شرح المنهاج ان سبابة النبی ﷺ کانت اطول من الوسطیٰ۔ قال [رئیس المحققین] ابن دحیة : و هذا باطل بیقین و لم ینقله احد من [ثقات] المسلمین مع اشارته ﷺ باصبعه فی کل وقت و حین، ولم یحک ذٰلک عنه احد من الناظرین۔

و فی مسلم عن انس رضی الله عنه ققال : قال رسول الله ﷺ : بعثت انا و الساعة کهاتین، و فی روایة فقرن شعبة بین اصبعیه المسبحة و الوسطیٰ کلیهما۔

و روی الترمذی و حسنه عن المستورد بن شداد یرفعه : بعثت فی نفس الساعة فسبقتها کما سبقت هذه هذه، لاصبعه السبابة و الوسطیٰ۔

و قال الحافظ فی فتاویه : ما قاله الترمذی الحکیم خطا نشا عن اعتماد روایة مطلقة، و لکن الحدیث فی مسند الامام احمد و سنن ابی داود عن میمونة بنت کردم رضی الله تعالیٰ عنهما قالت : رایت رسول الله ﷺ بمکة و هو علی ناقة له و انا مع ابی۔ فذکرت الحدیث الی قولها : فدنا منه ابی فاخذ بقدمه فاقر له رسول الله ﷺ قالت : [فما نسیت فیما نسیت] طول اصبع قدمه السبابة علی سائر اصابعه۔ الحدیث انتهی

و قد جزم الامام العلامة فتح الدین ابن الشهید رحمه الله تعالیٰ بان ذٰلک کان فی سبابة قدمه صلی الله علیه وسلم۔" ا

"(دوسری تنبیہ) حکیم ترمذی اور ان کے متبعین ابوعبداللہ القرطبی اور شرح المنہاج میں امام دمیری کا دعوی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سبابہ (انگشت شہادت) وسطیٰ (درمیانی انگلی) سے لمبی تھی۔ رئیس المحققین ابن دحیہ [۲] کہتے ہیں کہ یہ دعویٰ یقیناً باطل

---

ا سبل الہدیٰ والرشاد: ۲/ ۱۰۴

۲ ابن دحیہ الکلبی : حافظ، مؤرخ اور ادیب ابو الخطاب عمر بن الحسن بن علی بن محمد اندلسی، مؤلف ==

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے، آپ ﷺ کے اپنی انگشت مبارک سے ہر وقت اور ہر آن اشارہ کرنے کے باوجود ایک بھی مسلمان نے یہ بات نقل نہیں کی ہے، اور نہ کسی دیکھنے والے صحابی رسول نے ہی اسے بیان کیا ہے۔

جب کہ صحیح مسلم میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بعثت أنا و الساعة كهاتين" [1] میں اور قیامت ان دونوں (انگلیوں) کی طرح (ساتھ ساتھ) رکھے گئے ہیں۔

ایک دوسری روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ مذکورہ حدیث روایت کرتے وقت راوی حدیث شعبہ بن الحجاج نے موقع کی کیفیت بیان کرتے ہوئے اپنی شہادت اور درمیان کی انگلیوں کو ملا کر دکھایا۔ [2]

امام ترمذی نے حسن قرار دیتے ہوئے مستورد بن شداد کی مرفوع حدیث روایت کی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "بعثت فی نفس الساعة فسبقتها كما سبقت هذه هذه، لاصبعه السبابة و الوسطیٰ" [3] میں قیامت کے ایام میں نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں، لیکن میں قیامت سے پہلے آ گیا، جیسے یہ انگلی اس انگلی سے آگے نکل گئی۔ یعنی انگلی شہادت اور درمیانی انگلی۔

حافظ ابن حجر اپنے "فتاویٰ" میں کہتے ہیں: حکیم ترمذی کا بیان غلط ہے، ایک مطلق روایت پر اعتماد کا نتیجہ ہے لیکن مسند احمد میں میمونہ بنت کردم سے یہ مروی ہے۔ کہتی

---

= "الآیات البینات" و "المستوفی فی اسماء المصطفیٰ" وغیرہ، افریقہ اور ایشیا کے مختلف ممالک کی سیاحت کی پھر مصر میں قیام پذیر ہوئے اور ۶۳۳ھ میں وفات پائی۔

۱ صحیح مسلم بترقیم فواد (۸۶۷، ۲۹۵۰، ۲۹۵۱) و بترقیم دار السلام (۲۰۰۵، ۷۴۰۳، ۷۴۰۴، ۷۴۰۵، ۷۴۰۸)

۲ ایضاً دار السلام (۷۴۰۵)

۳ ترمذی، کتاب الفتن، باب ۳۸ ما جاء فی قول النبی ﷺ بعثت انا و الساعة..... الخ

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ تھی، میں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی اونٹنی پر سوار دیکھا۔ پھر آخر میں بیان کرتی ہیں کہ پھر میرے والد آپ ﷺ کے قریب گئے، آپ ﷺ کا قدم پکڑ لیا، میں کہہ رہی تھی کہ آپ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ میمونہ نے کہا: آپ کے قدم کی سب سے طویل انگلی شہادت کی انگلی تھی.....الخ [1]

امام علامہ فتح الدین بن الشہید [2] نے بھی اسی بات پر اعتماد کیا ہے کہ آپ کے قدم کی انگشت شہادت میں ایسا تھا۔"

بنابریں ہم کہہ سکتے ہیں کہ "أنموذج اللبیب" میں حکیم ترمذی وغیرہ پر اعتماد کرنے اور اس واقعہ کو بلا سند ذکر کرنے اور جھوٹی روایت پر بھروسہ کرنے اور صحیح روایت کے ترک کرنے کی وجہ سے شیخ جلال الدین سیوطی بھاری غلطی میں پڑ گئے۔

لہٰذا اس روایت میں آپ (سیوطی) کا دوسرا جملہ "و لا وطئ علی صخر لا أثر فیه....." الخ اور جس پتھر پر قدم رکھا اس میں نشان پڑ گئے.....الخ بھی پہلے ہی جملہ کی طرح غلط اور غیر صحیح ہے، جیسا کہ خود صاحب سیرت شامی نے سولہویں باب کی دوسری تنبیہ میں بیان کر دیا ہے۔ جیسا کہ مذکور ہوا۔ [3]

نیز عربی زبان و ادب کے ماہرین کے نزدیک یہ بات عیاں ہے کہ اس جیسے سیاق کی ترکیب حصر، عموم اور کثرت کا فائدہ دیتی ہے، جیسا کہ اس ترکیب کی عبارت میں گذر چکا،

---

۱ کتاب ہذا کے شروع میں اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

۲ علامہ فتح الدین ابن الشہید، محمد بن ابراہیم بن محمد ابو الفتح رملی نابلسی قاہری۔ ملک شام میں بادشاہ کے کاتب السر تھے۔ تفسیر و ادب کا مذاق اچھا تھا، غضب سلطانی کا شکار ہو کر چھپ رہے۔ اسی دوران ابن سید الناس کی کتاب "السیرة النبویة" کئی ہزار اشعار میں بعض اضافوں کے ساتھ منظوم کیا، اور اسے "الفتح القریب فی سیرة الحبیب" نام دیا، پھر گرفتار ہو کر سیف سلطانی سے ۷۹۳ھ میں شہید ہوئے۔

۳ ملاحظہ ہو صفحات گذشتہ میں سیرت شامی کی تنبیہ دوم۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور وہ یہ ہے کہ "أنه كان اذا وطئ على صخر أثر فيه" آپ ﷺ جب کسی پتھر پر قدم رکھ دیتے تو اس میں نشان پڑ جاتا۔ لہٰذا لفظ" کان" اگرچہ زمانۂ مطلق کے لیے وضع کیا گیا ہے لیکن کثرت معنی کے اپنے لازمی وصف سے الگ نہیں ہوتا، مگر کبھی کبھی بولتے اور استعمال کرتے وقت، بلکہ بیشتر طور پر وہ استمرار اور دوام و ہمیشگی کا ہی فائدہ دیتا ہے، بالخصوص صفات باری سبحانہ وتعالیٰ میں، جیسا کہ قرآن وحدیث اور سیرت نبوی کی تحقیق و جستجو کرنے والے پر یہ مخفی نہیں ہے۔

امام راغب اصفہانی [1] "مفردات غریب القرآن" [2] میں رقم طراز ہیں:-

"كان : عبارة عما مضى من الزمان۔ و فى كثير من وصف الله تعالىٰ تنبئ عن معنى الأزلية۔ قال الله تعالىٰ : وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيماً [الاحزاب: ۴۰] وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيراً [الاحزاب: ۲۷] و ما استعمل منه فى جنس الشئ متعلقا بوصف له هو موجود فيه فتنبيه على أن ذلك الوصف لازم له، قليل الانفكاك منه، نحو قوله تعالىٰ فى [الانسان] : وَكَانَ الإِنْسَانُ كَفُوراً [الاسراء: ٦٧] وَكَانَ الإِنسَانُ قَتُوراً [الاسراء: ۱۰۰] وَكَانَ الْإِنسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلاً [الكهف: ۵۴]۔ فذلك تنبيه على أن ذلك الوصف لازم له، قليل الانفكاك منه۔" [3]

"کان" زمانۂ ماضی کی تعبیر کے لیے ہے، اور بہت سے صفات الٰہی میں ازلیت کے معنی میں آتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيماً [الاحزاب: ۴۰] "اللہ تعالیٰ

---

۱ ابو القاسم حسین بن محمد بن فضل، راغب اصفہانی، صاحب "المفردات" وغیرہ کتب مفیدہ ۵۰۲ھ میں فوت ہوئے۔

۲ "المفردات فى غريب القرآن" نام سے شائع ہوئی ہے، کشف الظنون میں "مفردات الفاظ القرآن" لکھا ہوا ہے۔

۳ المفردات فی غریب القرآن، مادۃ" کان"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہر چیز کا جاننے والا ہے۔" نیز ارشاد ہے: وَكَانَ اللّٰهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيراً [الاحزاب: ۲۷]" اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔" اور جب کبھی" کان" کسی ایسی شئ کی جنس میں موجود کسی وصف سے متعلق ہو کر آتا ہے تو وہاں اس بات کی تنبیہ ہوتی ہے کہ وہ صفت اس جنس شئ کی صفت لازمہ ہے اور اس سے اس کی علیحدگی بہت کم ہی ہوتی ہے، جیسے انسان کے بارے میں ارشاد الٰہی ہے: وَكَانَ الإِنْسَانُ كَفُوراً [الاسراء: ٦٧]" اور انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔" وَكَانَ الإِنسَانُ قَتُوراً [الاسراء: ۱۰۰]" اور انسان بے حد بخیل اور تنگ دل ہے۔" وَكَانَ الْإِنسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلاً [الكهف: ۵۴]" اور انسان تو سب سے زیادہ جھگڑالو ہے۔" چنانچہ ناشکری، بخیلی اور تنگ دلی اور نزاع و کج بحثی گویا انسان کا خاصہ اور صفت لازمہ ہے، کم ہی ایسا ہوتا ہے کہ ایک انسان میں یہ اوصاف نہ پائے جاتے ہوں۔"

اور ذیل میں ہم احادیث سے کچھ ایسے امثال و نظائر پیش کرتے ہیں جو اکثریت اور استمرار و دوام اور آپ ﷺ کے ان پر ہمیشگی اختیار کرنے کی دلیل ہیں:-

۱- مسند ابو حنیفہ میں ہے: "كان النبی ﷺ يقول ما يقول المؤذن" آپ ﷺ موذن کے جواب میں وہی کہتے تھے جو وہ کہتا تھا۔[1]

شارح مسند[2] لکھتے ہیں:-

---

[1] بحوالہ مسند ابو حنیفہ خوارزمی

[2] علامہ شیخ محمد عابد بن احمد علی بن محمد مراد بن محمد یعقوب سندھی ثم مدنی، رفیع المرتبت عالم و محدث تھے۔ کبار علمائے حجاز و یمن وغیرہا سے استفادہ کیا، جن میں سید عبد الرحمن بن سلیمان الاھدل، شیخ محمد طاہر سنبل، شیخ صالح بن محمد الفلانی وغیرہم شامل ہیں۔ "المواهب اللطيفه" کے عنوان سے مسند ابو حنیفہ کی شرح لکھی۔ مؤلف کتاب ہذا سید نذیر حسین کو شیخ محمد عابد سے اجازہ عامہ حاصل تھا۔ مدینہ میں ۱۲۵۷ھ میں وفات پائی۔ (البدر الطالع للشوکانی، الیانع الجنی، ابجد العلوم: ۳/ ۱۷۱-۱۷۴، نزہۃ الخواطر: ۷/ ۴۸۷-۴۹۱، تذکرہ علمائے ہند فارسی: ۲۰۲) (تنزیل)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



"و لفظ كان يدل على الدوام و الاستمرار، و لا يتخلف من ذلك الا نادرا، لأمور يعلم من سياق الحديث۔ فظهر مما ذكرنا مواظبة النبى صلى الله عليه وسلم على ذلك۔" ۱

"حدیث مذکور میں لفظ "کان" استمرار ودوام کی دلیل ہے، شاذ ونادر ہی وہ اس معنی میں نہیں آتا، لیکن مختلف سیاق وسباق سے وہ معلوم ہو جاتا ہے، لہٰذا ہمارے اس بیان سے موذن کے جواب میں آپ کا ہمیشہ ویسا ہی کہنا عیاں ہے۔"

حموی حاشیہ "اشباہ ونظائر" میں تحریر فرماتے ہیں:-

"لفظ كان اكثرية۔"

---

۱ المواهب اللطيفه شرح مسند الامام ابى حنيفه

اس مقام پر فخر متاخرین حنفیہ مولانا ابوالحسنات عبدالحی فرنگی محلی حاشیہ طراز ہیں:-

"صحیح ایں است کہ لفظ کان را دلالت بر دوام نیست بلکہ دوام وعدم دوام از قرائن خارجیہ معلوم می شود تصریح در شرح صحیح مسلم از نووی در بحث صلوۃ لیل موجود است۔" ابوالحسنات عفا اللہ عنہ

یعنی: "صحیح یہ ہے کہ لفظ "کان" دوام پر دلالت نہیں کرتا بلکہ دوام وعدم دوام دونوں کو قرائن خارجیہ سے معلوم کیا جا سکتا ہے، نووی کی شرح صحیح مسلم میں صلاۃ اللیل کی بحث میں اس کی تصریح موجود ہے۔"

راقم عرض کرتا ہے کہ یہ درست ہے کہ نووی شرح صحیح مسلم میں فرماتے ہیں: "ان لفظ "كان" لا يلزم منها الدوام و لا التكرار۔" (شرح صحیح مسلم: ۳/ ۷۵، طبع بیروت)

اس کے بعد نووی نے چند مثالیں بھی پیش کی ہیں۔ لیکن یہی تو بتانا ہے کہ لفظ "کان" عمومیت کے اظہار کے لیے ہوتا ہے اس کی تخصیص قرائن خارجیہ سے معلوم کی جا سکتی ہے۔ شیخ محمد عابد سندھی نے بھی یہی فرمایا ہے۔ مصنف کتاب ہذا نے بھی اپنی تائید میں مثالیں پیش کی ہیں اور ان سب سے قطع نظر مسئلہ نفس الامر یعنی اثر نقش قدم پر ہی غور کر لیا جائے تو کافی ہوگا اگر نبی کریم ﷺ سے چند ایک بار بھی ایسا وقوع پذیر ہوا ہوتا تو یہ امر قطعاً نظر انداز کیے جانے کے لائق نہ تھا جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ صحیح احادیث اس کے ذکر سے بالکل خالی ہیں۔ (تنزیل)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



"لفظ" کان" اکثریت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔"

۲-"انه ﷺ کان یرفع یدیه حتی یحاذی بهما شحمة أذنیه" آپ ﷺ اپنے دونوں کانوں کی لو کے سامنے تک رفع الیدین کیا کرتے تھے۔[۱]

۳-"کان النبی ﷺ و أبوبکر و عمر لا یجهرون ببسم الله الرحمٰن الرحیم" نبی ﷺ اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بآواز بلند بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں پڑھا کرتے تھے۔[۲]

۴-"کان النبی صلی الله علیه وسلم اذا سجد وضع یدیه قبل رکبتیه" نبی ﷺ جب سجدہ کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں سے پہلے رکھا کرتے تھے۔[۳]

۵-"کان رسول الله ﷺ اذا جلس فی الصلاة أضجع رجله الیسری و قعد علیها، و نصب رجله الیمنی" رسول اللہ ﷺ جب نماز میں بیٹھتے تھے تو بایاں پیر لٹا کر اس پر بیٹھتے تھے اور دایاں پیر کھڑا رکھتے تھے۔[۴]

۶-"کان رسول الله ﷺ یستفتح الصلاة بالتکبیر" رسول اللہ ﷺ نماز کا آغاز تکبیر سے (اللہ اکبر کہہ کر) کرتے تھے۔[۵]

۷-"وکان اذا رفع رأسه من الرکوع لم یسجد حتی یستوی قائما" اور آپ ﷺ جب رکوع سے اپنا سر اٹھاتے تو سجدہ نہ کرتے جب تک سیدھا کھڑے نہ ہو

---

۱ مشہور حدیث ہے، مختلف الفاظ سے متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔ دیکھو: کتاب" اثبات رفع الیدین" مؤلفہ شیخ ابو خالد نور گرجاکھی بہ تہذیب وتنقیح مترجم رسالہ ہذا۔

۲ احمد، طحاوی، دارقطنی بروایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ متفق علی الصحۃ حدیث ہے۔

۳ ابن خزیمہ، دارقطنی وحاکم بروایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

۴ سنن نسائی بروایت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ (۱۱۶۰)

۵ مسلم، احمد وابوداود وغیرہ بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جاتے تھے۔ [۱]

۸-"و کان اذا رفع رأسه من السجدة لم یسجد حتی یستوی جالسا" اور جب سجدہ سے اپنا سر اٹھاتے تھے تو (دوسرا) سجدہ نہیں کرتے تھے جب تک کہ سیدھا بیٹھ نہ لیتے تھے۔ [۲]

۹-"کان رسول الله ﷺ اذا افتتح الصلاة قال : سبحانک اللّٰهم و بحمدک و تبارک اسمک" رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تھے تو سبحانک اللّٰهم و بحمدک وتبارک اسمک پڑھا کرتے تھے۔ [۳]

۱۰-"کان النبی ﷺ اذا قال : سمع الله لمن حمده، قام حتی نقول : قد أوهم " نبی ﷺ جب (رکوع سے سر اٹھا کر) سمع اللہ لمن حمدہ کہہ لیتے تو اتنی دیر تک کھڑے رہ جاتے تھے کہ ہم سوچتے تھے کہ آپ (سجدہ کرنا) بھول گئے ہیں۔ [۴]

۱۱-"کان النبی ﷺ اذا سجد فرج بین یدیه حتی یبد و بیاض ابطیه" نبی ﷺ جب سجدہ کرتے تھے تو دونوں بازو کے بیچ اتنا فاصلہ اور کشادگی رکھتے تھے کہ آپ ﷺ کے بغلوں کی سفیدی نمایاں ہوتی تھی۔ [۵]

۱۲-"انت بنو اسرائیل یغتسلون عراة ینظر بعضهم سوأة بعض، و کان موسیٰ یغتسل وحده" بنی اسرائیل اس طرح ننگے غسل کرتے تھے کہ ہر کوئی ایک دوسرے کی شرمگاہ دیکھ لیتا، اور موسیٰ علیہ السلام تنہا غسل کیا کرتے تھے۔ [۶]

---

۱ ایضاً

۲ ایضاً

۳ ابو داود، ترمذی، ابن ماجہ، دار قطنی، حاکم از حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا، اور احمد ابو داود، ترمذی، نسائی از حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔

۴ مسلم و ابو داود از حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

۵ متفق علیہ و سنن نسائی بروایت عبد اللہ بن مالک - ابن بجینہ - رضی اللہ عنہ

۶ صحیح مسلم (فواد ۳۳۹، دار السلام ۷۷۰، ۶۱۴۶)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۱۳-"ان رجل یداین الناس" ایک آدمی لوگوں کو قرض دیا کرتا تھا۔ ۱

۱۴-"ان رسول اللہ ﷺ اذا قام الی الصلاۃ اعتدل" رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو سیدھا کھڑے ہوتے تھے۔ ۲

۱۵-"ان اذا جلس فی الصلوۃ وضع یدہ الیمنی علی رکبتہ" آپ ﷺ جب نماز میں (قعدہ میں) بیٹھتے تھے تو داہنا ہاتھ گھٹنے پر رکھتے تھے۔ ۳

۱۶-"کان رسول اللہ ﷺ یسلم عن یمینہ : السلام علیکم و رحمۃ اللہ" رسول اللہ ﷺ دائیں طرف السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے ہوئے سلام پھیرتے تھے۔ ۴

۱۷-"کان اذا دعا فرفع یدیہ مسح وجھہ بیدیہ" آپ ﷺ جب دعا کے لیے دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے تو انہیں چہرے پر پھیر لیا کرتے تھے۔ ۵

۱۸-"کان رسول ﷺ اذا رفع یدیہ فی الدعاء لم یردھما حتی مسح بھما وجھہ" رسول اللہ ﷺ جب دعا میں اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے تو انہیں چہرے پر پھیرے بغیر نہیں گراتے تھے۔ ۶

وغیرہ وغیرہ دیگر بہت سی احادیث جن میں" کان" اس معنی میں استعمال ہوا ہے، جو جہابذہ علم سے پوشیدہ نہیں ہے۔ لہٰذا لفظ" کان اذا" آپ ﷺ کی ہمیشہ یا اکثر عادت پر شاہد ہے، نہ کہ ناگہانی اور اتفاقی عادت پر، کیونکہ" کان" کی بحثوں میں بالصراحت مذکور

---

۱ مسند احمد (۲۶۳۲) بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔

۲ احمد، ابوداود، ترمذی، ابن حبان بروایت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ۔

۳ مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ بروایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ۔

۴ ابوداود (۹۹۷) بروایت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ وعبدالرزاق (۲۱۹۲)

۵ ابوداود (۱۴۹۲) بروایت سائب بن یزید عن ابیہ رضی اللہ عنہ۔

۶ ترمذی (۳۳۸۳) وشرح السنۃ بغوی (۲۰۴۵) بروایت عبداللہ بن عمر بلفظ "لم یحطھما" نیز دیکھو: بلوغ المرام ابن حجر۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہے کہ وہ قرینہ صارفہ کی غیر موجودگی میں استمرار اور دوام کی دلیل ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس ہماری بحث مذکور میں "کان اذا مشی" اور "کان اذا وطئ" کے جملے بھی ہیں جو اکثریت کے معنی کی دلیل ہیں جیسا کہ ماہرین پر پوشیدہ نہیں۔ لہٰذا اس ترکیب کے استعمال سے ظاہر ہوتا ہے کہ مکہ معظّمہ و مدینہ نبویہ میں آپ ﷺ کے قدم مبارک کے ہزاروں نقش پڑے ہوں گے۔

بسا تعجب! کہ صحابہ کرام و تابعین اعلام میں سے کسی ایک نے بھی اس حسی فعل کو روایت نہیں کیا، اور اسلام کی ابتدائی تین صدیوں میں یا اس کے بعد کے دور تک اس جیسے اہم حسی قضیہ کو شہرت بھی نہیں ملی۔ حالانکہ ماہرین فن سیرت و تاریخ کے نزدیک واضح بات ہے کہ اگر کسی بھی خبر یا اثر میں کوئی بھی واقع شدہ حسی قضیہ ثابت ہوتا تو بہت سے لوگ اس کی اطلاع ضرور دیتے۔ اس لیے کہ کثرت سے آپ ﷺ کا پتھر اور چٹان پر چلنا ہوا ہوگا، اور آپ ﷺ کے قدم مبارک نے ان میں اثر کیا ہوگا، اور پیروں کے ہزاروں نشانات پڑے ہوں گے۔ پھر بھی کسی ایک صحابی نے اس کی اطلاع نہیں دی، اور نہ ہی اسے روایت کیا جب کہ سفر و حضر میں وہ آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ ہوا کرتے تھے۔

پانچ چھ سو سال کے بعد بعض مؤلفین نے محض اٹکل سے بلا اسناد اپنی غیر مشہور کتابوں میں یہ واقعہ تحریر کر دیا، اور مشرق و مغرب کے علماء نے ان کتابوں کو قبولیت اور پذیرائی بھی نہیں دی ہے تو اصحاب حدیث و فقہ کے نزدیک ان پر کیسے یقین کیا جا سکتا ہے؟ لہٰذا ایسا واقعہ وضعیت اور کذب سے خالی نہیں، جیسا کہ علماء و محدثین نے اسے حدیثیں گھڑنے کے اسباب و وجوہ میں شمار کیا ہے۔ "عجالۂ نافعہ" کی عبارت بھی اس مفہوم کا احساس دلاتی ہے۔ عبارت حسب ذیل ہے:-

"ششم وجہ موضوعیت خبر آنکہ در حدیث قصہ باشد از امر حسی واقعی کہ اگر بالحقیقۃ متحقق می شد ہزار آن کس او را نقل میکردند مثل آں کہ شخصی روایت کند کہ امروز روز جمعہ بود

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



خطیب را برسر منبر کشتند حالانکہ ہماں رائے و بایں قصہ متفرد باشد و دیگر روایت نکند۔" [1]

"وضع" (حدیثیں گھڑنے) کی چھٹی وجہ یہ ہے کہ کسی حدیث میں واقع شدہ کسی ایسے امر حسی کا بیان آئے کہ اگر وہ واقعتاً وجود پذیر ہوا ہوتا تو ہزاروں راویان حدیث اسے بیان کرتے اور وہ ویسے ہی ہوتا جیسے ایک کہنے والا کہے کہ" آج جمعہ کا دن ہے اور خطیب کا برسر منبر قتل ہو گیا ہے" حالانکہ ایسا کہنے والا اپنے بیان میں یکہ وتنہا ہے، اس کے علاوہ کسی نے بھی اسے روایت نہیں کیا ہے۔"

اور شیخ ابن الہمام رسالہ" التحریر" میں رقم طراز ہیں:-

" اذا انفرد واحد بخبر قد شارکه خلق کثیر بالاحساس و هو مما یتوفر الدواعی علی نقله و لم ینقله ممن معه فی احساسه حتیٰ یقطع بکذب الخبر و کذب مخبره خلافا للشیعة۔"

" اگر کوئی شخص کسی ایسی خبر کے بیان میں منفرد ہو جس میں حسی طور پر ایک جماعت کی شرکت ممکن ہو اور اسے نقل کرنے کے اسباب و دواعی بھی بکثرت ہوں، لیکن اہل احساس میں سے کسی نے اسے نقل نہ کیا ہو تو- اہل تشیع کے برخلاف- اس خبر کے جھوٹی ہونے اور اس کے بیان کرنے والے کے جھوٹا ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا۔"

" التحریر" و نیز ملاحظہ ہو اس کی شرح مؤلفہ فاضل کامل ملا عبد العلی۔

## وجہ سوم

انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا عقیدہ ایمانی عقائد میں سے ایک عقیدہ ہے اور خبر واحد عقیدہ کے باب میں مفید نہیں ہے [2]، ہاں اس سے کوئی عمل واجب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا یہاں

---

۱ عجالۂ نافعہ فارسی: ۳۰

۲ یہ قول مخالف کو اس کے اصول کا پابند کرنے کے مترادف ہے۔ ورنہ علماء اہل حدیث عقائد اور احکام دونوں میں خبر واحد کی حجیت کے قائل ہیں۔

==

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اس سے امت کے کسی فرد کی طرف اسناد کے بغیر ہی عقیدہ کا فائدہ کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے؟ لہٰذا اس معجزہ نقش پا کے صدور کی نقل ائمہ فن کے نزدیک دو تین آدمی کے نقل کر دینے سے بھی لائق قبول نہیں ہے، جیسا کہ اصول فقہ میں بصراحت مذکور ہے۔

مولانا عبدالعلی" شرح التحریر" میں لکھتے ہیں:-

" اعلم ان المقصود فی العقاید الاعتقاد فلا یفیده خبر العدل الواحد فلا یقبل فیها لان الاعتقاد لا یحصل مع الظن بخلاف الاعمال فان العمل بجامع مع مظنة الظن۔"

" معلوم ہو کہ عقائد کا مقصد اعتقاد بنانا ہے، لہٰذا صرف کسی ایک عادل کی خبر عقیدہ کا فائدہ نہیں دیتی۔ اس لیے کہ عقیدہ میں خبر واحد مقبول نہیں ہے، کیونکہ گمان اور ظن کی بنا پر عقیدہ حاصل نہیں ہوتا، برخلاف اعمال کے۔ اس لیے کہ عمل ظن وگمان کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے۔"

خلاصہ کلام اینکہ کتاب وسنت اور امت ہذا کے کبار مجتہدین کے اجماع کے مطابق قدم شریف کے قائلین کے دلائل کی کوئی ایسی بنیاد نہیں ہے جو محدثین وفقہاء کے مقرر کردہ قواعد وضوابط اور شروط کے مطابق ہو کر اس عقیدہ کے شایان شان بن سکے اور اس کے ذریعہ دلیلِ شرعی کا فائدہ مل سکے۔

## [شب معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم کے واقعہ کی حقیقت:]

علامہ برہان الدین حلبی کی کتاب کے حوالہ سے شب معراج میں آپ کے نقش قدم کا

---

== تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ہمارا مقالہ" خبر واحد: مفہوم اور شرعی حیثیت" مطبوعہ علی گڑھ بضمن مجموعہ مقالات" علوم الحدیث: مطالعہ وتعارف" (ص ۱۵۱-۱۶۰) اور" حجیت حدیث" علامہ محمد اسماعیل سلفی، مطبوعہ جامعہ سلفیہ بنارس، و" حجیت حدیث" البانی عربی واردو ترجمہ برادرم بدرالزماں نیپالی ومراجعہ وتقدیم ابوالقاسم عبدالعظیم، مطبوعہ مکتبہ الفہیم متوناتھ بھنجن، الہند۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



جو واقعہ بیان کیا جاتا ہے، جس کی عبارت یہ ہے:-

"وذکر بعضهم ان نبینا ﷺ اثر قدمه فی الحجر، فقد اثر فی صخر بیت المقدس لیلة الاسراء۔"

"اور بعض حضرات نے بیان کیا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کے قدم کا نشان پتھر میں پڑ گیا تھا، لہٰذا شب معراج میں بیت المقدس کی چٹان میں بھی آپ ﷺ کے قدم مبارک کا نقش پڑ گیا تھا۔"

تو یہ دعویٰ بھی کسی اصل اور دلیل کا محتاج ہے، کیونکہ اس باب کا تحقق کسی صحابی سے آپ ﷺ کے اس بیان پر موقوف ہے کہ بیت المقدس کی چٹان کا وہ نقش قدم آپ ﷺ کے قدم کا نشان ہی ہے، حالانکہ ایسا نہیں۔ شب معراج سے واپسی پر آپ ﷺ نے اپنے صحابۂ عظام سے اس شب کے جملہ احوال وکوائف بیان فرمائے، لیکن یہ نہیں بیان فرمایا۔ لہٰذا یہ خبر پایہ ثبوت کو تب تک نہیں پہنچ سکتی جب تک کہ ثقہ راویوں کے واسطے سے مروی عنہ صحابی تک اس کا سلسلہ نہ پہنچ جائے۔

معلوم ہوا کہ شیخ برہان الدین حلبی کی کتاب میں لفظ "بعضهم" (بعض حضرات) سے مراد یہی متأخرین نعت گو اور مدح سرا حضرات مراد ہیں، کیونکہ کتاب مذکور میں کسی ایک بھی صحابی یا تابعی کا نام نامی اسم گرامی مذکور نہیں ہے، اور نہ یہ صراحت بھی ہے کہ اس سے کون مراد ہے، صحابی یا تابعی؟ لہٰذا جب راوی کا نام ہی مذکور نہیں اور اس کا درجہ وطبقہ ہی متعین نہیں تو اصول کے مطابق خبر بھی لائق اعتماد نہیں بن سکتی، کیونکہ شیخ برہان الدین حلبی اور نبی کریم ﷺ کے درمیان بہت سے واسطے ہیں۔

نیز یہ قصہ قرون ثلاثہ میں مشہور بھی نہیں ہے۔ لہٰذا سند کے درجہ اعتبار کو پہنچے بغیر بعد کے کسی فرد بشر کا قول کیسے درجہ اعتبار کو پہنچ سکتا ہے؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## [ ہندوستان کے دارالسلطنت دہلی میں موجود قدم شریف کی حقیقت : ]

رہا ہمارے مجیب محترم [1] کا یہ لکھنا کہ

"ایں قدم شریف کہ در دہلی موجود است، آوردہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت [2] است از مدینہ شریفہ، وقول حضرت موصوف کہ ایں قدم مبارک آنحضرت ﷺ مانند قول بخاری ومسلم است۔"

"یہ قدم شریف جو دہلی میں موجود ہے، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت مدینہ شریفہ

---

[1] مجیب سے مراد شاہ احمد سعید صاحب اور ان کے متبعین خاص مولوی کریم اللہ صاحب وغیرہ ہیں۔ (مؤلف)

شاہ احمد سعید کے حالات گزشتہ صفحات میں حاشیہ پر گزر چکے ہیں۔ مولوی کریم اللہ بنلطف اللہ فاروقی دہلوی، مولانا رشید الدین دہلوی اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے تلمیذ تھے۔ تکمیل علم کے بعد دہلی میں مسند تدریس آراستہ کی۔ "برہان محکم علی خذلان من نفی اثر القدم" لکھی۔ "الحیاۃ بعد المماۃ" میں شیخ الکل سید نذیر حسین سے مسئلہ حلت بوم (الو) سے متعلق ایک دلچسپ مناظرے کا ذکر ملتا ہے۔ ۱۲۹۱ھ میں وفات پائی۔ (تذکرہ علمائے ہند فارسی: ۱۷۲، نزہۃ الخواطر: ۷/ ۴۳۷، الحیاۃ بعد المماۃ: ۷۴-۷۶) (تنزیل)

[2] مخدوم جلال الدین جہانیاں جہاں گشت، اپنے عہد کے صلحاء و اتقیاء میں سے تھے۔ کبار مشائخ سہروردیہ میں شمار ہوتا ہے۔ سلطان محمد تغلق کے عہد میں شیخ الاسلام کے منصب پر فائز ہوئے لیکن جلد ہی اس عہدے سے سبکدوش ہو گئے۔ زندگی کا ایک بڑا حصہ سیاحت میں گزارا۔ حنفی المسلک تھے لیکن حنفی مسلک کے برعکس فاتحہ خلف الامام اور نماز جنازہ غائبانہ کے قائل تھے۔ ۷۸۵ھ میں وفات پائی۔ نواب صدیق حسن خاں ان کے احفاد میں سے ہیں۔ نواب صاحب نے اپنے سلسلہ نسبی سے تعلق رکھنے والے اشخاص کے حالات میں ایک کتاب "الفرع النامی من الاصل السامی" (مطبوعہ مطبع صدیقی بھوپال ۱۳۰۱ھ) تحریر فرمائی ہے، اس میں مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے حالات بھی قدرے تفصیل سے لکھے ہیں۔ محمد ایوب قادری نے مخدوم صاحب کے حالات پر بڑی محققانہ و مستند کتاب لکھی ہے، جو مطبوع ہے۔ (تنزیل)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے لائے تھے، اور حضرت موصوف کا یہ قول کہ یہ آنحضرت ﷺ کا نقش قدم ہے بخاری ومسلم کے قول کی مانند ہے۔"

تو یہ بناء فاسد علی الفاسد یا بنائے غلط بر غلط ہے، کیونکہ جب تک کسی صحابی رسول تک کسی متصل الاسناد خبر یا اثر کے ذریعہ آپ ﷺ کے نقش پا کا وجود ثابت نہ ہو جائے اور سلف صالحین کے نزدیک اس معجزہ کے وقوع کی خبر درجہ شہرت کو نہ پہنچ جائے پانچ چھ سو سال بعد اسے مدینہ نبویہ سے ہندوستان درآمد کرنے کی خبر درست نہیں ہوسکتی۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت ایک مردِ صالح اور زاہد آدمی تھے، لیکن حدیث وسیرت کے عالم نہیں تھے، اور احادیث کا حصول اور اس کی روایت کا انحصار اس فن سے واقفیت پر منحصر ہے، اس فن میں علم وتحقیق اور حصول مہارت کے اظہار کے بغیر صرف تقویٰ ونیک بختی علماء حدیث وفقہ کے نزدیک قابل اعتماد نہیں، بلا دلیل شرعی حضرت کے بارے میں حسن ظن اور عقیدت دوسروں پر حجت نہیں بن سکتی۔ دیکھو دور تابعین میں صرف شہر مدینہ میں ایک سو لائق صلحاء واتقیاء اور دروغ گوئی سے محفوظ افراد موجود تھے لیکن اس فن حدیث وروایت میں ان کے لائق اعتبار نہ ہونے کے سبب ان سے روایات نہ لی جاتی تھیں، کیونکہ اعتبار اس فن میں مہارت واہلیت کے حصول کا ہے۔

"صحیح مسلم" میں ہے:-

"حدثنا الاصمعی عن ابن ابی الزناد عن ابیه قال: ادرکت بالمدینة ماية کلهم مامون ما یوخذ عنهم الحدیث، یقال لیس من اهله۔" [1]

"ہم سے اصمعی نے بیان کیا، وہ ابن ابی الزناد سے روایت کرتے ہیں، وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے مدینہ میں ایک سو ایسے لوگوں کو پایا ہے جو کذب اور دروغ گوئی سے مامون ومحفوظ تھے، پھر بھی ان سے حدیث نہیں لی جاتی

---

[1] مقدمہ صحیح مسلم: ۳۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تھی، کہہ دیا جاتا تھا کہ وہ لوگ اس کی اہلیت نہیں رکھتے۔"

محدثین نے اسی بنا پر ابوعبدالرحمن سلمی[1] وغیرہ صوفیاء کی احادیث کو دائرہ اعتبار سے نکال دیا ہے کہ انہیں احادیث رسول کی معرفت کا ذوق نہیں تھا۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی" عجالہ نافعہ" میں وضع حدیث کے انواع واقسام کے بیان میں رقم فرماہیں:-

"فرقہ دیگر اہل زہد وعبادت و دیانت کہ در منام ومعاملہ چیزے از زبان رسول مقبول یا ائمہ اطہار شنیدند وبجہت جزم ویقین برخواب و برمعاملہ خود آں را مبہم روایت کردند ومردم گمان نمودند کہ ایں خدمت واقعہ است کہ از راہ ظاہر بانہار رسیدہ وابوعبد الرحمن سلمی و دیگر صوفیا را کہ از مذاق حدیث آشنا نبودند بایں علت تہمت کردہ اند روایت آنہا را زخیز اعتبار برآوردہ۔"[2]

"واضعین حدیث کا تیسرا گروہ صوفیاء اور زاہدین وعابدین اور دیانتداروں کا ہے جنہیں خواب میں یا عام حالات میں ائمہ طاہرین یا رسول اکرم ﷺ کے حوالہ سے کوئی بات نظر آئی، جسے انہوں نے اپنے خواب یا عام حالات ومعاملات پر اعتماد کرتے ہوئے جزم ویقین کے ساتھ اجمالاً روایت کر دیا، اور کچھ لوگوں نے اسے صحیح حدیث سمجھ کر ظاہر اسناد کی بنیاد پر روایت بھی کر دیا۔ ابوعبدالرحمن سلمی وغیرہ صوفیاء جنہیں حدیث کا ذوق نہیں تھا اسی سبب سے متہم قرار دیئے گئے، اور ان کی روایت

---

۱ ابوعبدالرحمن محمد بن الحسین بن موسی الازدی السلمی، خراسان میں صوفیاء کے پیر ومرشد اور عالم تھے، علم حدیث کی معرفت کے ساتھ ساتھ تصوف میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ اشاری تفسیروں میں" حقائق التفسیر" آپ ہی کی تالیف کردہ ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی طرح" در کفے جام شریعت، در کفے سنداں عشق" ہونے کی وجہ سے آپ کی شخصیت محل نزاع رہی۔ ۴۱۲ھ میں وفات پائی۔

۲ عجالہ نافعہ- فارسی: ۳۰

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دائرہ اعتبار سے نکال دی گئی۔"

اور اسی وجہ سے ابن طاہر صاحب" مجمع بحار الانوار" [1] نے اپنی کتاب" تذکرۃ الموضوعات" میں لکھا ہے:-

"التفسیر الذی لابی عبد الرحمٰن السلمی المسمی بحقائق التفسیر فان کان قد اعتقد انه تفسیر فقد کفر، قیل الظن بمن یوثق به منهم انه لم یذکر تفسیراً والا کان مسلماً۔" [2]

"ابوعبدالرحمن سلمی کی تفسیری کتاب" حقائق التفسیر" کا تفسیر قرآن ہونے کا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔ یعنی جو شخص اس یقین کے ساتھ کہے کہ انہوں نے اس کتاب میں قرآن کی تفسیر ذکر کیا ہے، اس کے بارے میں یہ حکم ہے، لیکن اگر ایسا نہ ہو تو وہ شخص مسلمان ہی رہے گا۔"

امام مسلم" صحیح مسلم" میں اسی نکتہ پر آگاہ کرتے ہوئے صالحین کے حق میں اسی علت کے سبب حدیث کے لیے نااہل ہونے والی روایت ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"حدثنی عفان عن محمد بن یحی بن سعید القطان عن ابیه قال: لم

---

۱ علامہ شیخ محمد بن طاہر بن علی، صوبہ گجرات (ہندوستان) کے شہر پٹن کی طرف منسوب ہیں، نویں صدی ہجری کے کبار محدثین ہند میں شمار ہوتے ہیں۔ حدیث، غریب الحدیث، اسماء رجال وغیرہ میں ید طولیٰ اور کمال حاصل تھا۔" مجمع بحار الانوار"، "المغنی فی اسماء الرجال" اور" تذکرہ الموضوعات" وغیرہا آپ کی مشہور اور اہم تصانیف ہیں۔ فرقہ مہدویہ کے ہاتھوں ۸۸۶ھ میں شہید ہوئے۔

۲ تذکرۃ الموضوعات: ۸۳ (باب التفسیر)، مطبوعہ نسخے میں "مسلما" کی جگہ "مسلکا باطنیا" لکھا ہے۔ و نیز شیخ محمد بن طاہر نے اس قول کو علامہ سیوطی کے حوالے سے نقل کیا ہے۔" تذکرۃ الموضوعات" مصنف کی دوسری کتاب" ذیل قانون الموضوعات والضعفاء" کے ساتھ مطبوع اور متداول ہے۔ ڈاکٹر محمد حسین ذہبی نے اپنی کتاب" التفسیر والمفسرون" (۲/ ۳۶۸، ۳۸۶) میں اسے امام ابوالحسن واحدی اور ابن الصلاح کے قول کی حیثیت سے نقل کیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



نر الصالحین فی شئ اکذب منهم فی الحدیث۔"

"مجھ سے عفان نے بیان کیا، وہ محمد بن یحی بن سعید القطان سے روایت کرتے ہیں، اور وہ اپنے والد یحی بن سعید القطان سے، فرماتے ہیں کہ حدیث کے معاملے میں ان صالحین (صوفیاء) سے بڑا جھوٹا تو میں نے کسی کو دیکھا ہی نہیں۔"

پھر خود اس کی توجیہ کرتے ہوئے امام مسلم فرماتے ہیں:-

"یجری الکذب علی لسانهم، و لا یتعمدون الکذب۔" [1]

"جھوٹ ان کی زبان پر چل جاتا تھا، وہ قصداً جھوٹ نہیں بولتے تھے۔"

اور ایسا اس لیے ہو جاتا تھا کہ وہ بیچارے فن حدیث سے نا واقف ہوتے تھے، جھوٹے اور غیر ثقہ راویوں سے بلا تحقیق اور بے سند روایات بیان کر دیتے تھے، اپنے حسن ظن اور بغض وحسد سے اپنی صاف دلی کے سبب ثقہ اور غیر ثقہ کے درمیان فرق ہی نہیں کر پاتے تھے، اسی لیے روایت میں ان سے غلطیاں ہو جایا کرتی تھیں۔

"تدریب الراوی شرح تقریب النواوی" میں ہے:-

"و لهذا قال یحی القطان : ما رأیت الکذب فی أحد أکثر منه فیمن ینسب الی الخیر، لعدم علمهم بتفرقة ما یجوز لهم و ما یمتنع علیهم، أو لأن عندهم حسن ظن و سلامة صدر فیحملون ماسمعوه علی الصدق، و لا یهتدون لتمییز الخطأ من الصواب۔" [2]

"اور اسی وجہ سے یحیٰی بن سعید القطان نے کہا ہے: خیر وصلاح کی طرف منسوب لوگوں سے زیادہ کسی میں میں نے جھوٹ دیکھا ہی نہیں، اپنے لیے نا جائز اور جائز کے درمیان تفریق کے لاعلمی کے سبب یا اپنے حسن ظن اور صاف دلی کے سبب وہ بیچارے جو سنتے اسے سچائی اور راستی پر محمول کر لیتے، اور غلط اور صحیح کی تمیز نہیں کر

---

۱ مقدمہ صحیح مسلم: ۴۰

۲ تدریب الراوی: 102 النوع الحادی والعشرون

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



پاتے تھے۔"

لہٰذا جب ان سلف صالحین کی حالت ایسی تھی جنہیں فن حدیث کی معرفت اور مہارت نہیں تھی تو اعتبار و استناد کے لائق نہیں ہوئے، تو پھر متأخرین اہل صفا کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جو سرے سے حدیث کے اہل ہی نہیں ہیں؟ وہ تو روایت حدیث میں ان سلف اہل صدق وصفا سے زیادہ نا قابل اعتبار ہوں گے۔

اور تم اسی پر روایت حدیث اور حکایت اخبار کے سلسلے میں حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ کی حالت کو قیاس کرلو۔ لہٰذا اس تحقیق کی روشنی میں کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ان کا قول امام بخاری و امام مسلم کے قول کے ہم مثل ہے، جب کہ ان دونوں حضرات رحمہا اللہ کو فن حدیث، روایت سیرت، تحقیق حالات رواۃ، حفظ وضبط، صحیح وضعیف روایات کے نقد، مرفوع اور غیر مرفوع احادیث کی تمیز وتحقیق وغیرہ میں ید طولیٰ اور کمال مہارت حاصل تھی، اور وہ دونوں حضرات اپنے تمام معاصرین وغیر معاصرین محدثین پر ثقہ راویوں کی مرفوع احادیث کے جمع اور تالیف وتخریج کرنے میں سب سے آگے نکل گئے۔

پس حدیث: "أنزلوا الناس منازلهم" [1] لوگوں کو ان کے مرتبہ اور درجہ کے مطابق رکھو، کی روشنی میں حضرت مجیب پر واجب تھا کہ وہ اس پر عمل کرتے، لہٰذا حدیث رسول ﷺ: "الدين النصيحة" [2] دین خیر خواہی ہے، کے مطابق ہم انہیں اس حدیث کی یاد دہانی کراتے ہیں، اور آئندہ انہیں اور ان کے عمل کو اللہ کے حوالے چھوڑتے ہیں۔

بالفرض اگر ہم مان لیں کہ حضرت مجیب کے دعوی کے مطابق خواجہ مخدوم فن حدیث

---

۱ امام مسلم نے ابتدائے مقدمہ صحیح مسلم میں صیغہ مجہول" وقد ذکر" کے ذریعہ اسے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے۔ علامہ البانی نے" الضعیفۃ" (۱۸۹۴) میں اس کی تخریج کی ہے۔

۲ ابن عباس، ابو ہریرہ، تمیم داری وغیرہم - رضی اللہ عنہم - کی روایت کردہ مشہور حدیث ہے۔ احمد، مسلم، ابو داود، ترمذی، خطیب (۱۴/ ۲۰۷) اور بغوی (۱۳/ ۹۳) وغیرہ نے اسے روایت کیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



کے ماہر بھی تھے، لیکن مسئلہ زیر بحث (نقش پائے رسول ﷺ) میں سلف صالحین سے اس کے ثبوت اور تحقق اسناد کے بغیر ان کا قول کیسے معتبر ہوسکتا ہے؟ جب کہ ان (خواجہ مخدوم) کے اور نبی ﷺ کے درمیان لمبے لمبے صحرا اور زیادہ سے زیادہ واسطے ہیں، جیسا کہ تعصب اور عناد سے دور اہل عدل وانصاف پر مخفی نہیں ہے۔" مرقاۃ" وغیرہ میں مذکور ہے:-

"صحة الحديث و سقمه متوقفة على معرفة الاسناد۔ فذا لم يذكر لم يعرف الصحيح من الضعيف فيكون نقصا۔"

"حدیث کا صحت وسقم اسناد کی معرفت پر موقوف ہے۔ اگر سند مذکور نہ ہو تو صحیح کو ضعیف سے پہچانا نہیں جا سکتا، جو ایک بہت بڑا نقص اور عیب ہے۔"

اور سند کے بغیر اجماع امت بھی نا قابل اعتبار ہے اور بلا دلیل کسی فرد امت کا قول اور خبر۔ خصوصاً کسی امر حسی کے بارے میں بدرجہ اولی نا قابل قبول ہے، جس کا مفصل بیان گزر چکا ہے۔

لہٰذا حضرت مجیب کا یہ لکھنا کہ جو (دہلی میں موجود) اس نقش پا کے وجود کا انکار کرے، اس کا حکم منکر اجماع کا ہے، حاملین شریعت اور کاملین ملت کے نزدیک بالکل نا قابل اعتبار ہے۔ کیونکہ اجماع کا مطلب ہے: دین کے کسی مسئلہ میں کسی زمانہ کے جملہ مجتہدین کا اتفاق، ابوحنیفہ، شافعی، احمد اور جمہور فقہاء کے نزدیک۔ اہل تشیع کے برخلاف اجماع کے انعقاد میں صرف اہل بیت کا اجتماع بے اعتبار ہے۔ اور امام مالک کے برخلاف صرف اہل مدینہ کا اجتماع بھی اس میں غیر معتبر ہے۔

شیخ ابن الہمام" التحریر" میں تحریر کرتے ہیں:-

"الاجماع لغة : العزم و الاتفاق۔ و اصطلاحا : اتفاق مجتهدى عصر على أمر شرعى۔ و لا ينعقد بأهل البيت وحدهم، خلافا للشيعة۔ و لا ينعقد بمجتهدى المدينة الطيبة وحدهم خلافا لمالك۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



"لغت میں اجماع عزم اور اتفاق کو کہتے ہیں، اور اصطلاح میں کسی امر شرعی پر کسی زمانہ کے مجتہدین کے اتفاق پر بولا جاتا ہے۔ شیعوں کے برخلاف صرف اہل بیت کے ذریعہ اجماع منعقد نہیں ہوتا۔ اور امام مالک کے برخلاف صرف مدینہ طیبہ کے مجتہدین کے ذریعہ بھی اجماع منعقد نہیں ہوتا۔"

دیگر کبار اہل علم کی کتابوں میں بھی اس طرح مذکور ہے۔

لہٰذا دہلی میں موجود اس قدم شریف پر اجماع منعقد ہو جانے کے عقیدہ کے ذریعہ حضرت مجیب صاحب نے اجماع توڑ کر تہس نہس کر دیا، جب کہ ایک ادنیٰ عالم بھی جسے اس باب میں نور باطن، دلیل خاطر اور شعور تام حاصل ہے اس کا قائل نہیں ہے، جس کا راز درون ظاہر بینوں پر ظاہر نہیں ہے۔

مسئلہ ہذا میں حضرت مجیب کی مثال مولوی عبد الواحد[1] ابن ابن مولانا عبد العلی انصاری فرنگی محلی جیسی ہے جنہوں نے ۱۲۴۷ھ میں تعزیہ داری[2] کے عمل پر اجماع کے انعقاد پر ایک بیہودہ رسالہ تحریر کیا[3]، جو عاجز کے پاس موجود ہے اور اس کا خلاصہ

---

[1] مولوی عبد الواحد بن عبد الاعلیٰ بن عبد العلی بحر العلوم لکھنوی، کتب درسیہ مولانا ازہار الحق لکھنوی سے پڑھیں، تکمیل علم اپنے جد بزرگوار سے مدراس میں کیا۔ ایک طویل عرصہ تک بسلسلہ معاش کلکتہ میں مقیم رہے، پھر رہتک (بھارتی پنجاب) میں عہدہ قضاء سے منسلک ہوئے۔ ۲۹ محرم ۱۲۶۱ھ میں وفات پائی۔ (تذکرہ علمائے ہند فارسی: ۱۳۶، نزہۃ الخواطر: ۷/ ۳۴۶، تذکرہ علمائے فرنگی محل: ۱۴۲) (تنزیل)

[2] تعزیہ داری بدعت ہے اور اس میں جو مراسم بدعت انجام دیئے جاتے ہیں وہ شرک کی سرحدوں کو جا لیتے ہیں۔ اس کی شرعی حیثیت پر مؤلف کتاب ہذا کے تلمیذ رشید اور مشہور محدث ابو الطیب شمس الحق عظیم آبادی کی کتاب "فتویٰ رد تعزیہ داری" ملاحظہ فرمائیں، جس کا عربی ترجمہ عبد القدوس محمد نذیر کے قلم سے بعنوان "رسالة فی تحریم اتخاذ الضرائح المصنوعة من الخشب و الاوراق وغیرها فی شهر محرم الحرام" مطبوع ہے۔ (تنزیل)

[3] اس رسالہ کے بارے میں مجھے کوئی واقفیت حاصل نہ ہو سکی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مندرجہ ذیل ہے، مولف لکھتے ہیں :-

"ایں مراسم تعزیہ داری امام از صدہا سال جاری ومروج است و در زمان سلاطین اہل اسلام ومتشرع مانند جلال الدین اکبر و جہانگیر وشاہ جہاں وعالمگیر و بہادر شاہ وغیرہ در تمامی ملک خود نافذ الامر کلی بودند ونواب سعد اللہ خان وزیر اعظم شاہجہاں عالم متبحر وقاضی القضات مستعد خاں کلاں وقاضی القضات مستعد خاں خورد کہ ہریک مجتہد فی المذہب بودند و دیگر علما آں زمان اگر مراسم مذکورہ را خلاف شرع و بدعی داشتند بحضور سلاطین معروض ساختہ در تمامی ملک موقوف میکنا ندکہ در سرکار بادشاہان اختیار کلی می داشتند و بادشاہان ہم متشرع بودند وکسی از عوام وخواص از آں زمان تا حال انحراف ازاں نکردہ ومکروہ آں نیست دریں صورت ترویج آں باجماع امت نبی ﷺ متحقق گشت و بتواتر رسید و در حدیث شریف واقع است: لا یجتمع امتی علی الضلالة ہر چہ ایشاں براں اجماع کنند واتفاق نمایند حق بود پس دریں عصر اگر کسے انکار نماید ایں مراسم را خلاف شرع ومکروہ واند خلاف اجماع امت وانکار تواتر است وایں جانب از ثقات شنید کہ حضرت مولانا نظام الدین قدس سرہ را بچشم خود دید کہ حضرت ممدوح ومولانا عبد العلی قدس سرہ ومولوی مجد الدین احمد عرف مولوی مدن مرحوم ومولوی انوار الحق و مولوی نور الحق قدس سرہما و دیگر علماء فرنگی محل وکلکتہ ومندراج و دیگر بلاد ہر گاہ تعزیہ شریف امام مظلوم را میدیدند ایستادہ شدہ ہر دو دست بطرف تعزیہ شریف دراز کردہ از بسیار خشوع وخضوع وعجز وانکسار فاتحہ می خواند وعند الاستفسار میفرمودند کہ تعظیم وفاتحہ امام مظلوم است واگر کسے جاہل اہانت تعزیہ شریف نماید صراحۃ اہانت امام عالی جناب است پس مومنین ومسلمین ہر عصر را باید کہ تعظیم وتکریم تعزیہ شریف نمایند وقیام تعزیہ شریف امام مظلوم باعث ابقاء حرمت وعظمت امت مرحومہ حضرت ﷺ است ومنکرین را چناں مناسب و لازم است کہ حسبۃ للہ نفسانیت را از دل خود ہادرونمودہ خوب غور وانصاف نمایند۔"

"حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے تعزیہ کی رسم کا عمل سیکڑوں سال سے جاری ہے،

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سلاطین اہل اسلام ومتشرع مثلاً جلال الدین اکبر [۱]، جہانگیر [۲]، شاہ جہاں [۳]، عالمگیر [۴]، بہادر شاہ [۵] وغیرہ کے دور میں بھی قانونی طور پر یہ عمل جاری اور پورے اطراف سلطنت میں ساری تھا۔ نواب سعد اللہ خاں [۶] وزیر اعظم شاہجہاں متبحر عالم

---

۱ ابو الفتح جلال الدین محمد اکبر بن نصیر الدین ہمایوں بن ظہیر الدین محمد بابر، مشہور مغل بادشاہ سن ۹۶۳ھ/ ۱۵۵۶ء میں زمام حکومت سنبھالی، دین الٰہی جاری کر کے الحاد وزندقہ کو فروغ دیا اور ہندو مسلم کی تفریق اور امتیازات ختم کر دیئے۔ ۱۰۱۴ھ/ ۱۶۰۵ء میں وفات پائی۔

۲ جہانگیر: ابو المظفر نور الدین محمد بن جلال الدین محمد اکبر، چوتھا مغل بادشاہ باپ کے نہج پر قائم تھا۔ اپنی بیوی نور جہاں کو کاروبار سلطنت سونپ دیا، ادب وفنون کی تشجیع کی۔ "تزک جہانگیری" اس کے دور کی بہترین تصنیف ہے۔ ۱۰۳۷ھ میں فوت ہوا۔

۳ خرم بن جہانگیر، پانچواں مغل بادشاہ "شاہجہاں" کے لقب سے ملقب ہوا۔ عمدہ تعمیرات کا ذوق رکھتا تھا، عالیشان مساجد، دیدہ زیب قلعے اور خوشنما پارک تعمیر کرائے، لال قلعہ، تاج محل اور جامع مسجد وغیرہ اس کی یادگار ہیں۔ ۱۰۳۷ھ سے ۱۶۵۸ء تک حکمرانی کی۔ بیٹے اورنگ زیب عالمگیر نے اسے قید کیا۔ ۱۶۶۶ء میں وفات پائی۔

۴ محی الدین اورنگ زیب عالمگیر، چھٹا مغل بادشاہ جس نے ۱۶۵۸ء سے ۱۷۰۷ء تک عظیم ہندوستان پر حکومت کی۔ پہلا مغل حکمراں تھا جس نے اہل سنت کے مطابق دین داری اختیار کی، اور تخت وتاج کے باوجود نہایت قناعت کی زندگی بسر کی، "فارسی ادب بعہد اورنگ زیب" مولفہ ڈاکٹر نور الحسن منوی مرحوم کے مطالعہ سے اس دور کی علمی وثقافتی تحریک پر خاصی روشنی پڑتی ہے۔

۵ یہاں بہادر شاہ سے مراد بہادر شاہ اول یعنی شاہ عالم محمد معظم مراد ہے جو اورنگ زیب کا بڑا لڑکا تھا۔ اپنے بھائی محمد اعظم کو شکست دے کر مالک سلطنت بن بیٹھا۔ البتہ بہادر شاہ ثانی سے "بہادر شاہ ظفر" مراد ہیں جو ہندوستان کے انیسویں اور آخری مغل تاجدار تھے۔ انگریزوں نے انہیں گرفتار کر کے "برما" (میانمار) کے دار السلطنت "رنگون" میں جلاوطن کر دیا اور وہیں ۱۸۶۲ء میں فوت ہوئے۔

۶ نواب سعد اللہ خاں نہایت قابل، زیرک اور مدبر وزیر اعظم تھا۔ انتظام وانصرام کی اعلیٰ صلاحیتوں کا حامل تھا۔ اس کے ساتھ ہی انتہائی نیک، متدین اور منصف مزاج تھا۔ صرف ۴۷ برس کی ===

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



تھے۔ اسی طرح قاضی القضاۃ جناب مستعد خاں کبیر [1] اور چیف جسٹس مستعد خاں صغیر [2] مجتہدین مذہب (حنفی) میں شمار ہوتے تھے، اس دور کے دیگر علماء کی حالت بھی ان سے کمتر نہ تھی۔ اگر یہ حضرات اس عمل کو برا اور خلاف شرع شمار کرتے تو پورے اطراف مملکت میں ان بادشاہوں سے کہہ کر اس عمل کو ختم کرانا ان کے لیے ممکن تھا، نیز انہیں اس کا پورا پورا اختیار بھی حاصل تھا، اور بادشاہ لوگ بھی دیندار تھے۔ اور جب عوام وخواص میں سے کسی نے بھی اسے مکروہ نہیں سمجھا اور اس دور سے لے کر آج تک یہ عمل ترک نہیں ہوا تو امت محمدیہ کی طرف سے اس پر اجماع ہو جانا عیاں ہے اور اس کا رواج متحقق ہے اور حد تواتر کو پہنچ چکا ہے، اور حدیث میں بھی ہے : "لا تجتمع أمتی علی الضلالة" [3] میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہو سکتی، لہٰذا جس بات پر امت محمدیہ کا اجماع اور اتفاق ہو جائے وہ برحق ہے۔ اگر آج کے دور میں کوئی ان اعمال کا انکار کرے اور اسے مسئلہ دین کے خلاف شمار کرے تو وہ اجماع اور تواتر کی خلاف ورزی کر رہا ہے۔ اور ہم نے تو بعض ثقہ لوگوں سے سنا ہے کہ

---

== عمر میں ۱۰۶۶ھ/ ۱۶۵۶ء میں بعارضہ درد قولنج وفات پائی۔ سعید احمد مارہروی نے ان کی مستقل سوانح عمری بعنوان "حیات صالح" لکھی ہے، جو نولکشور اسٹیم پریس لاہور سے ۱۹۰۹ء میں طبع ہوئی۔ (تنزیل)

۱ مجھے ان کے بارے میں معلوم نہیں۔

۲ مستعد خاں محمد ساقی، ابتداء میں عالمگیر کے کاتب السر تھے، پھر پنجشنبہ کے وقائع نگار مقرر ہوئے اور ترقی کرتے کرتے عہدہ نظارت تک پہنچے، عالمگیر کے بعد محمد معظم کے دور میں بھی اسی عہدہ پر فائز رہ کر چالیس سال تک مغل سلطنت کے لیے اپنی گرانقدر خدمات پیش کیں۔ تاریخ میں "مآثر عالمگیری" آپ کی مشہور فارسی تصنیف ہے۔ ۱۱۳۶ھ/ ۱۷۲۴ء میں وفات پائی۔ (فارسی ادب بعہد اورنگ زیب: ۴۹۹)

۳ زبان زد عوام وخواص مشہور حدیث ہے، دیکھو: المقاصد الحسنہ سخاوی ومختصر المقاصد الحسنہ زرقانی مع حوالہ جات تحقیق۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



انہوں نے بچشم خود حضرت مولانا نظام الدین قدس سرہ [۱]، مولانا عبدالعلی قدس سرہ، مولوی مجد الدین احمد معروف بہ مولوی مدن [۲]، مولوی انوار الحق [۳]، مولوی نور الحق [۴] قدس سرہما وغیرہ علماء فرنگی محل (لکھنؤ) وکلکتہ ومندراج وغیرہ کو اپنے اپنے شہروں میں دیکھا ہے کہ جب وہ امام مظلوم کا تعزیہ گزرتا دیکھتے تو کھڑے ہو جاتے، اور اس کی طرف ہاتھ بڑھا کر انتہائی خشوع، خضوع، احترام اور عجز وانکساری کے ساتھ اس کا فاتحہ پڑھتے تھے اور جب ان سے اس بارے میں پوچھا گیا تو بولے کہ: یہ اس امام مظلوم کی تعظیم اور ان کا فاتحہ ہے۔

لہٰذا جہلاء میں سے جو شخص بھی ان حسینی تعزیوں کی لکڑیوں کی اہانت کرے وہ اس امام عالی مقام کی اہانت کا مرتکب ہے۔

لہٰذا ہر اہل ایمان واسلام پر ہر زمانہ میں ان تعزیوں کی تعظیم واجب ہے، اور امام

---

۱ ملا نظام الدین بن قطب الدین شہید سہالوی فرنگی محلی، بانی درس نظامی، کثیر الدرس عالم وماہر تعلیم تھے۔ ۱۱۶۱ھ میں وفات پائی۔ (مقالات شبلی: ۳/ ۹۱-۱۲۵، تذکرہ علمائے فرنگی محل: ۱۷۹-۱۸۲، تذکرہ علمائے ہند فارسی: ۲۴۱، نزہۃ الخواطر)۔ (تنزیل)

۲ مجد الدین شاہجہاں پوری معروف بہ مولوی مدن، شاہجہاں پور میں پیدا ہوئے۔ کتب درسیہ ملا وہاج الدین گوپاموی سے پڑھیں۔ علوم عقلیہ میں مہارت رکھتے تھے۔ زندگی کا بیشتر حصہ کلکتہ میں گزارا۔ صاحب رسوخ تھے۔ لارڈ ولزلے کے زمانے میں کلکتہ کے "مدرسہ عالیہ" کے صدر مدرس تھے۔ ۱۲۲۸ھ میں بریلی میں وفات پائی۔ (نزہۃ الخواطر: ۷/ ۴۴۳-۴۴۵، سیاحت ہند: ۳۲۴)۔ (تنزیل)

۳ مولانا انوار الحق بن احمد عبد الحق انصاری، ۱۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ملا عبد العلی بحر العلوم کے تلمیذ تھے۔ ۱۲۳۶ھ میں وفات پائی۔ (تذکرہ علمائے ہند فارسی: ۱۳-۱۴، تذکرہ علمائے فرنگی محل: ۲۵-۲۸، نزہۃ الخواطر: ۷/ ۹۸-۹۹)۔ (تنزیل)

۴ مولانا نور الحق بن انوار الحق انصاری، ملا عبد العلی بحر العلوم کے تلمیذ تھے۔ لکھنؤ میں مسند تدریس آراستہ کی۔ مشاہیر علماء نے ان سے کسب علم کیا۔ ۱۲۳۸ھ میں وفات پائی۔ (تذکرہ علمائے ہند فارسی: ۲۴۶، تذکرہ علمائے فرنگی محل: ۱۹۱-۱۹۳، نزہۃ الخواطر: ۷/ ۵۶۲)۔ (تنزیل)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مظلوم کے حق میں یہ تعزیہ سازی وتعزیہ داری اس امت محمدیہ کی عظمت وحرمت کے بقا کا سبب ہے۔

لہٰذا تمام منکرین پر واجب اور لازم ہے کہ دلوں سے تعصب دور کریں اور معاملات کو انصاف کی نظر سے دیکھیں۔" [1]

---

[1] یہاں اس حقیقت کا اظہار یقیناً غیر مناسب نہ ہوگا کہ اسی تعزیہ پرستی کی "برکت" سے خانوادہ فرنگی محل کو ایک ایسے اذیت ناک سانحے سے دو چار ہونا پڑا جو کم از کم اس خاندان کی تاریخ کے لیے نا قابل فراموش ہے۔ یہ قصہ ہے مولوی عبدالواحد فرنگی محلی کے دادا بزرگوار مولانا عبدالعلی بحر العلوم کا، گو اس قصے کو مختلف اصحاب قلم حیطہ تحریر میں لائے ہیں لیکن ہم اس مقام پر علامہ شبلی نعمانی کا قلم مستعار لیتے ہیں اور ان کے الفاظ و پیرایہ بیان میں اسے نقل کر رہے ہیں، خود انہوں نے اس واقعے کو "رسالہ قطبیہ" سے نقل کیا ہے، جو مولانا عبدالعلی کے فرزند اکبر کی تالیف ہے:-

"تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ سید نورالحسن خان صاحب بلگرامی ایک بزرگ شیعی تھے، وہ اس زمانہ میں بیمار تھے، اور مولوی محب اللہ صاحب کے مکان پر جو مولوی مبین شارح سلّم کے والد تھے، مقیم تھے، محرم کا زمانہ آیا، تو بیماری کی وجہ سے خود تعزیہ کی زیارت کو نہ جا سکے، اور کہلا بھیجا کہ تعزیہ کو اسی طرف سے لے جائیں، تاکہ میں یہیں سے زیارت کرلوں، مولانا بحر العلوم کا مدرسہ سر راہ تھا، اور اتفاق یہ کہ اس وقت مولانا محرم کے شربت پر فاتحہ دیے رہے تھے، ان کو معلوم نہ تھا کہ بلگرامی صاحب کے حسب طلب تعزیہ آیا ہے، چونکہ فاتحہ میں مصروف تھے، زبان سے نہ بولے، ہاتھ سے اشارہ کیا کہ ادھر سے راستہ نہیں، طلبہ موجود تھے، سمجھے تعزیہ توڑنے کا حکم دیا، اٹھ کر تعزیہ توڑ پھوڑ ڈالا، یہ نوابان اودھ کا زمانہ اور شیعیت کا زور تھا، غل پڑ گیا کہ مولانا نے بغاوت کی، قاضی غلام مصطفیٰ جو شیعی مذہب تھے، بلوہ عام کر کے مولانا کے گھر پر چڑھ آئے، مولانا نے بھی سیکڑوں ہزاروں آدمی جمع کر لیے اور مقابلہ کی تیاری کی، یہ سامان دیکھ کر قاضی صاحب نے صلح کی درخواست کی اور معاملہ رفع دفع ہو گیا، لیکن یہ محض دفع الوقتی تھی، قاضی صاحب چاہتے تھے کہ بے خبری میں مولانا کو قتل کرا دیں، مولانا نے اہل خاندان سے مشورت کی، حکومت کا مقابلہ کون کر سکتا تھا، لوگوں نے کہا مصلحت یہ ہے کہ آپ کچھ دنوں کے لیے ٹل جائیں، لیکن مولانا کے احباب نے کہا کہ ===

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



بنا بریں [اس بنا پر] حضرت مجیب پر واجب ہے کہ تعزیہ داری اور تعزیہ سازی کو باعث سعادت عمل ہونے کا عقیدہ رکھیں، جیسا کہ ان کا خیال ہے کہ نام نہاد قدم شریف کی زیارت کے لیے جانا حسنات و برکات کا موجب ہے۔ کیونکہ مدعی اجماع مولوی عبدالواحد مذکور بھی دینی بصیرت اور عقلی افکار سے معروف خانوادہ کے فرد ہیں، اور حضرت مجیب بھی معروف اہل تصوف خاندان کے چشم و چراغ ہیں، کیا خوب کسی نے کہا ہے:-

وزیر چنیں شہر یار چنان
جہان چون نگیرد قرار چنان

لہٰذا اب یہیں سے حضرت مجیب کے اس قول کی تردید کی جاسکتی ہے کہ جس نے اس کا انکار کیا اس کا حکم منکر اجماع کا سا ہے، اس لیے کہ اصول فقہ کے ہر طالب پر عیاں ہے کہ اجماع کا انعقاد دو شئ پر مبنی ہے:-

۱ کسی ایک زمانہ کے مجتہدین کا اس پر اتفاق ہو۔

۲ اس کی اسناد ان کے نزدیک قابل قبول ہو۔

اور جب جب بلا دلیل اجماع ہو جانا پایا جائے تو وہ دو حال سے خالی نہیں ہوگا:-

۱ باطل اجماع بھی درست ہوگا۔

---

== کہا کہ ملا نظام الدین صاحب کی نشتگاہ سے نکلنا ٹھیک نہیں، آپ یہیں رہیں ہم لوگ سینہ سپر ہوں گے، لیکن خاندان کے لوگ خود مولانا کا عروج نہیں دیکھ سکتے تھے، اور چاہتے تھے کہ یہ پتھر سینہ سے ٹل جائے، ان لوگوں نے کہا آپ اپنے ساتھ ہم کو نہ برباد کرائیے، مولانا کے رفقاء اب بھی راضی نہ تھے، لیکن مولانا چھپ کر گھر سے نکلے، اور شاہجہاں پور چلے آئے، یہاں حافظ رحمت خان کی حکومت تھی، اس نے بڑی تعظیم و تکریم کی، مولانا نے ۲۰ سال تک یہاں قیام کیا۔" (مقالات شبلی: ۳/ ۱۱۷-۱۱۸)۔ (تنزیل)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۲ اور وہ خطا پر منعقد ہوگا۔

کیونکہ اجماع سب کے قول کی تعبیر ہے، اور سب کا قول بلا دلیل حرام ہے۔ لہٰذا بلا دلیل کسی ایک کا قول بدرجہ اولیٰ باطل ہوگا۔

ملا بحر العلوم" شرح التحریر" شیخ ابن الہمام میں لکھتے ہیں:-

"و بالجملة يلزم أحد الأمرين : كون الباطل صوابا، أو كون الاجماع خطأ۔ لأن الاجماع قول كل۔ و قول كل بلا دليل محرم۔ فقول واحد بلا دليل باطل ألبتة۔"

" خلاصہ یہ کہ (دریں صورت) دو میں سے ایک بات لازم آئے گی: باطل درست ہو جائے گا یا اجماع ہی غلط ہوگا۔ کیونکہ وہ مجموعہ اقوال ہے، اور مجموعہ اقوال بلا دلیل حرام ہے، لہٰذا کسی ایک کا قول بھی یقیناً باطل ہوگا۔"

دلائل شرعیہ سے قطع نظر جن میں سے ایک اثر اور روایت بھی ثابت شدہ نہیں ہے، اس نقش پا کے بارے میں کئی مختلف آراء واقوال ہیں، چنانچہ:-

۱ علاقہ ملتان[1] کے نواح میں واقع موضع اوچ[2] سید جلال- کہ جہاں حضرت مخدوم کی قبر بھی ہے- کے ساکنان کہتے ہیں: آنحضرت ﷺ کے قدم شریف کا نقش تو یقینی طور پر یہیں ہے۔

---

۱ ملتان-ضمہ بعدہ لام ساکن- دراصل واو کے ساتھ" مولتان" ہے۔ عظیم ہندوستان کا پہلا شہر ہے جسے مسلم فاتحین نے محمد بن قاسم ثقفی کے بدست فتح کیا اور یہاں 10 x 10 گز کا سونے کا خزانہ حاصل کیا۔ اسی وجہ سے انہوں نے اسے" فرج الذہب" (سونے کی تجوری) کا نام دیا۔ اسلامی فتح سے پہلے ہندوؤں اور بدھوں کا عظیم دینی مرکز اور عبادت گاہ تھا۔ (الخراج وصناعۃ الکتابۃ قدامہ بن جعفر بغدادی :۴۱۹)

۲ اوچ یا اچھ بھی کہتے ہیں۔ مسلم سلاطین کی نگاہوں کا مرکز تھا تاریخ فرشتہ میں اس کا ذکر بار بار آیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



۲ مین پوری[1] کے باشندگان کہتے ہیں: صحیح بات یہ ہے کہ وہ قدم شریف تو ان کے یہاں ہے۔

۳ دہلی والوں کا دعویٰ ان دونوں کے برخلاف ہے اور وہ اسی پر اڑے ہیں۔ ان کے پاس لال قلعہ[2] اور سنہری مسجد[3] وغیرہ میں قدم شریف کے کئی نمونے موجود ہیں۔

الغرض باہم اختلاف کثیر کی بنا پر اس دعویٰ کا غلط ہونا ظاہر ہے، اور سچ اور یقین کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیونکہ جب کسی مستند روایت میں اضطراب اور تعارض واقع ہو جاتا ہے تو فقہاء اور محدثین کے نزدیک اس روایت کا اعتبار اٹھ جاتا ہے۔ لہٰذا ان نام نہاد روایات کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جو یقیناً نا قابل اعتماد ہیں، اور علماء شریعت کے نزدیک آفتاب نصف النہار کی طرح ان کا اضطراب واضح ہے۔

اگر اس نقش پا کے وجود کے قائلین کہیں کہ شیخ مخدوم وغیرہ کے الہامات و مکاشفات ہی اس معاملہ میں حجت اور دلیل ہیں، تو یہ کوئی دلیل شرعی نہیں۔ کیونکہ غیر انبیاء کے الہامات و مکاشفات اہل حق کے نزدیک عوام الناس کے لیے حجت شرعی نہیں۔ تو پھر کسی مخالف کو اس کا پابند کیسے کیا جا سکتا ہے؟ جیسا کہ عقیدہ نسفی اور اس کی شرح میں مذکور ہے، اور امام فخر الاسلام (بزدوی) اور شیخ ابن الہمام نے بھی یہی صراحت کی ہے۔" عقائد نسفی" میں ہے:-

---

۱ صوبہ اتر پردیش (انڈیا) کا ایک ضلع و شہر علی گڑھ کے قریب واقع ہے دہلی میں بھی مین پوری ایک مقام کا نام ہے۔ معلوم نہیں یہاں کون سا مقام مراد ہے۔

۲ شاہ جہاں کا تعمیر کردہ دہلی کا لال قلعہ آج بھی اپنی عظمت رفتہ کی دلیل ہے۔

۳ پرانی دہلی میں لال قلعہ اور فتحپوری مسجد کے درمیان چاندنی چوک کے پورب اور سکھوں کے گرودوارہ کے پچھم واقع ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



"الالہام لیس من اسباب المعرفة لصحة الشئ عند اهل الحق۔" ۱

"اہل حق کے نزدیک الہام کسی شئ کی درستگی کی معرفت کے اسباب میں سے نہیں ہے۔"

"عقائد نسفی" کے شارح علامہ تفتازانی ۲ کہتے ہیں:-

"ثم الظاهر انه اراد ان الالہام لیس سببا یحصل به العلم العام للخلق، و یصلح للالزام علی الغیر۔" ۳

"ظاہر بات یہ ہے کہ اس قول سے مؤلف کی مراد یہی ہے کہ الہام کوئی ایسا سبب نہیں کہ عامہ الخلق کو اس سے علم حاصل ہو سکے، اور دوسروں کو اس کا پابند کرنے کی اس میں صلاحیت ہو۔"

---

۱ شرح عقائد نسفی۔
رسالہ ہذا کے مطبوعہ حواشی میں یہاں مذکور ہے: "خلافا لبعض المتصوفة و الرافضه أنه من أسباب العلم - كذا قال المحشی أحمد جند۔"
یعنی: "بعض صوفیاء اور روافض کے برخلاف جو الہام کو بھی اسباب علم میں شمار کرتے ہیں۔ محشی عقائد نسفی احمد جند نے ایسے ہی کہا ہے۔"

۲ امام سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ ہروی خراسانی معروف بہ تفتازانی، مشہور حنفی اصولی وفقیہ ہیں۔ ادب و بلاغت میں کمال حاصل تھا۔ متعدد تصانیف سے مشہور ہوئے۔ سمرقند میں ۷۹۱ھ یا ۷۹۲ھ میں وفات پائی۔

۳ شرح عقائد نسفی۔
نوٹ: افسوس کہ کچھ سال پہلے تک ہندوستان کے دینی مدارس میں عقیدہ کی تدریس کا دارومدار اسی کتاب پر تھا جو اب الحمدللہ سلفی اور اہل حدیث مدارس سے تو ختم ہو چکا ہے لیکن احناف کا تقریباً اس پر جمود ہے۔ راقم مترجم نے اسی سے بیزار ہو کر ابن قدامہ کی ذم التاویل کی تحقیق کی ہے اور مقدمہ میں اپنے تاثرات کو اس طرح تحریر کیا ہے:-
"فیه کل شئ الا العقائد السلیمة الصافیة علی طریقة السلف الصالح۔"

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ہاں اگر الہام خلاف شریعت مطہرہ نہیں تو وہ ملہم علیہ (جسے الہام ہوا ہے) کو معرفت کا فائدہ دیتا ہے اور ہم جس بحث میں ہیں وہ اس کے مخالف ہے، کیونکہ عہد صحابہ سے قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر (اسلام کی ابتدائی تین صدیاں جن کے خیر کی گواہی موجود ہے) تک اس قدم شریف کا کوئی وجود نہیں تھا، حالانکہ آپ ﷺ کی وفات کے وقت ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ کرام موجود تھے جو اس خبر کو روایت کر سکتے تھے، لیکن ان میں سے کسی ایک نے بھی آپ سے اس معجزہ کے صدور کا ذکر نہیں فرمایا۔

لہٰذا یہ الہام صدق ویقین کے درجہ میں کیسے ہوسکتا ہے؟ اور اس اعتقاد کا سبب کیونکر بن سکتا ہے جو ایک امر حسی کے معارض اور ایک امر محسوس کے صریح مخالف ہے؟ جس کا وقوع کسی قابل اعتماد خبر سے بھی ثابت نہیں جیسا کہ ماہرین شریعت حقہ پر مخفی نہیں۔

"مجالس الابرار و مسالک الاخیار" میں ہے:-

"و لهذا قال ابو سعيد الخزاز: كل باطن يخالفه الظاهر فهو باطل۔ و قال ابو حفص الكبير: من لم يزن افعاله و اقواله و احواله بميزان الكتاب و السنة فلا تعدوه فى ديوان الرجال۔ و قال الجنيد البغدادى: الطرق الى الله تعالىٰ بعدد انفاس الخلائق و كلها مسدودة على الخلق الا من اقتفى اثر الرسول۔" ۱

---

۱ مذکورہ بالا تینوں اقوال "مجالس الابرار ومسالک الاخیار" مولفہ شیخ احمد بن علی صدیقی رومی سے ماخوذ ہیں۔ "کشف الظنون" کے مطابق مصابیح بغوی کی ایک سو احادیث کی شرح میں ایک سو مجالس پر یہ کتاب مشتمل ہے۔ گویا یہ کتاب ایک سو دروس واسباق کا مجموعہ ہے۔

نوٹ: اس کا اردو ترجمہ مولانا سبحان بخش شکار پوری مظفر نگری نے "خزینۃ الاسرار" کے عنوان سے کیا تھا، جو مطبع مصطفائی دہلی سے ۱۲۸۳ھ میں طباعت پذیر ہوا۔ رد بدعت میں نہایت عمدہ کتاب ہے۔ کتاب کے مصنف شیخ احمد نسباً صدیقی، مسلکاً حنفی اور بلداً ترکی تھے۔ ان کے والد کا نام بعض نے علی اور بعض نے عبدالقادر اور بعض نے عبدالقاہر لکھا ہے۔ ۱۰۴۳ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (الاعلام==

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



"اسی وجہ سے ابوسعید الخراز نے فرمایا: "ہر باطن کہ ظاہر اس کے خلاف ہو وہ باطل اور غلط ہے۔"

اور ابوحفص الکبیر کہتے ہیں: "جو شخص اپنے اقوال و اعمال اور افعال و احوال کو کتاب وسنت کے میزان میں نہ تولے، اسے رجال کے کھاتہ میں مت شمار کرو۔"

اور جنید بغدادی کہتے ہیں: "اللہ تک پہنچنے کی راہیں مخلوق کی سانس کے برابر تعداد میں ہیں، لیکن وہ سب کی سب بند ہیں، بجز اس کے جو آثار رسول کی پیروی کرے۔"

## [کوٹلہ فیروز شاہ کے قدم شریف کی تاریخی حقیقت:]

معلوم ہو کہ امیر فتح خاں کی قبر پر موجود قدم شریف کے ثبوت میں میاں فرید الدین[1] اپنے رسالہ میں شیخ مخدوم کی طرف منسوب چند غلط اور جھوٹے رسائل و کتب کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں جن کے نام "مسافر نامہ" اور "سفر السیر"[2] ہیں۔ حالانکہ شیخ مخدوم کے زمانہ

---

== للزرکلی: ۱/ ۱۵۳، ہدیۃ العارفین: ۱/ ۱۵۷)۔ (تنزیل)

۱ مولوی فرید الدین دہلوی، مولوی کریم اللہ دہلوی کے شاگرد تھے۔ قدم رسول کے اثبات میں ایک کتاب "فیض عام" لکھی۔ کتاب ہذا "الدلیل المحکم" کی تردید میں "السیف المسلول علیٰ من انکر اثر قدم الرسول" لکھی، اس کے علاوہ ایک کتاب "بشریٰ للمومنین فی اخراج الوہابیین" کا ذکر ملتا ہے۔ ۱۲۷۴ھ میں اپنے گھر میں مقتول ہوئے۔ (نزہۃ الخواطر: ۷/ ۴۱۰-۴۱۱) -(تنزیل)

۲ مخدوم صاحب سے منسوب یہ سفر نامے من گھڑت اور نا قابل التفات ہیں، و نیز مخدوم صاحب کے جو لائق اعتماد ملفوظات ہیں ان سفر ناموں میں ان کے بالکل خلاف مواد ملتا ہے۔ پھر ان سفر ناموں کے اندراجات میں بھی باہم خاصا اختلاف ہے۔ مخدوم صاحب کے سوانح نگار اور مشہور محقق محمد ایوب قادری ان سفر ناموں سے متعلق لکھتے ہیں:-

"حضرت مخدوم کے جو سفر نامے ملتے ہیں وہ قطعاً نا قابل اعتبار ہیں۔ ان میں بے سر و پا واقعات ==

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



سے آج تک تمام ثقہ اہل علم نہ ان رسائل وکتب کو شیخ مخدوم کی طرف منسوب کرتے ہیں، اور نہ انہیں ان کی تالیف وتصنیف مانتے ہیں۔

پھر دوسری بات یہ ہے کہ ان دونوں رسالوں میں عجیب وغریب قسم کا صریح تعارض

---

== من گھڑت حکایتیں اور دور از کار قصے درج ہیں، نہ واقعات کی کوئی ترتیب ہے نہ مقامات وممالک کی، ہر جگہ کا بے ربط ذکر ہے۔ حضرت مخدوم کے مستند ملفوظات جامع العلوم، خزانہ جلالی، مظہر جلالی، جواہر جلالی میں قرآن وحدیث اور فقہ حنفی پر مبنی جو تعلیمات درج ہیں ان کے بالکل خلاف سفر ناموں کا انداز ہے اور پھر ان سفرناموں کے اندراجات آپس میں بھی متضاد اور مختلف ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ کسی شخص نے "جہاں گشت" کے لقب کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے معتقدات کی روشنی میں ایک سفرنامہ گڑھ دیا ہے، بعض شہر وقصبات کے نام ملفوظات سے لیے گئے ہیں اور پھر اس سفرنامہ میں مختلف لوگوں نے قطع وبرید کی ہے، حضرت مخدوم کے دو ہم عصر سیاح ابن بطوطہ (ف ۷۸۰ھ/ ۱۳۷۸ء) اور [حمداللہ] مستوفی کی تحریریں موجود ہیں، ان تحریروں کے بالکل خلاف مخدوم سے منسوب سفرنامے کے بیانات ہیں۔ سفرنامہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے بیان کردہ کسی شہر کا حال اگر ابن بطوطہ یا مستوفی کے بیان سے ملایا جائے تو زمین وآسمان کا فرق معلوم ہوتا ہے۔" (حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت: ۸۴-۸۵)

پنجاب کے مشہور صوفی بزرگ خواجہ غلام فرید (م ۱۳۱۹ھ) نے بھی مخدوم صاحب سے منسوب ان سفر ناموں کو موضوع ومکذوب قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں:-

"وہ کتاب جو سیر نامہ مخدوم جہانیاں کے نام سے موسوم ہے وہ بھی حضرت مخدوم پر محض افتراء اور بہتان ہے۔ اس کتاب کے مؤلف نے جو کچھ لکھا سب غلط ہے۔" (مقابیس المجالس (اشارات فریدی): ۲۸۹-۲۹۰)

دلچسپ بات یہ ہے کہ اس سفرنامے کا کوئی بھی نسخہ مخدوم صاحب کے زمانے یا قریب العہد کا تحریر کردہ نہیں ملتا، سب بعد کے مکتوبہ ہیں۔ قدیم ترین قلمی نسخہ انڈیا آفس لائبریری (لندن) میں موجود ہے جو ۱۱۳۰ھ کا مکتوبہ ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت: ۸۴-۸۸)۔ (تنزیل)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور نہایت قبیح قسم کا تناقض بھی موجود ہے، جسے ہم ذیل میں نہایت اختصار سے بیان کر رہے ہیں:

رسالہ "فیض عام" [1] اردو میں ہے:-

"حضرت مخدوم خود" مسافر نامہ" اور" سفر السیر" میں فرماتے ہیں کہ مجھ کو مدینہ والوں نے معہ اسناد معتبر کے حوالہ کیا تھا۔" اور تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ جب سلطان محمد (تغلق) [2] سن سات سو اور پچاس [3] میں فوت ہوا اور سلطان فیروز شاہ [4] بن رجب شاہ بادشاہ ہوا حضرت مخدوم العالمین بعد جلوس شاہ کے سن مذکورہ میں روانہ بطرف کعبۃ اللہ ہوئے۔"

پھر دوسرے مقام پر لکھا ہے:-

"اور چار ہزار آدمیوں نے ایک محضر تیار کیا کہ مخدوم درسن ہفت صد و پنجاہ یکم روز پیر کے اور تاریخ انیسویں ماہ صفر کی یہاں سے معہ نقش قدم حضرت صلعم بطرف ہندوستان روانہ ہوئے۔"

---

۱ "فیض عام"، مولوی فرید الدین دہلوی کی کتاب ہے۔ (تنزیل)

۲ ہندوستان کا دوسرا تغلق بادشاہ محمد شاہ تغلق بن غیاث الدین تغلق، ۷۲۵ھ/ ۱۳۲۵ء سے محرم ۷۵۲ھ/ ۱۳۵۱ء تک ہندوستان کی حکمرانی کیا، اور ترقی و تنزلی کے بہت سے حالات دیکھے۔ (تاریخ فرشتہ-اردو: ۱/ ۴۱۸-۴۵۲)

۳ یہ تاریخ وفات محمد تغلق اور تاریخ تخت نشینی فیروز شاہ تغلق دونوں غلط ہے۔ عنقریب اس کی تردید آئے گی۔ صحیح تاریخ ۲۳ محرم ۷۵۲ھ ہے۔

۴ ہندوستان کا تیسرا تغلق حکمراں جس نے ۷۵۲ھ سے ۷۹۱ھ تک ہندوستان پر کامیاب حکومت کی رعایا گیری اور انصاف پروری میں مشہور تھا۔ ملک کے طول و عرض میں ۲۰۰ شہر آباد کیے، ۴۰ بڑی مسجدیں، ۸۵ پل اور بہت سی تعلیم گاہیں اور ہسپتال بنوائے، ہندوؤں پر جزیہ اور مسلمانوں پر شریعت کا نفاذ کیا، اور سنی دعوت و ارشاد کا بہترین نظام قائم کیا۔ (تاریخ فرشتہ - اردو: ۱/ ۴۵۳-۴۸۰)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مولوی کریم اللہ صاحب استاد میاں فرید الدین کہتے ہیں :-

"چوں بعد از فوت سلطان محمد تغلق در سنہ ہفت صد و پنجاہ و دو باتفاق و اجماع بزرگان لشکر سلطان فیروز بن رجب بادشاہ شد با صلحاء و مشائخ اعتقاد بسیار داشت و مرید حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت و بجہۃ طلب جامہ خلافت خلفاء مصر تکلیف رفتن حضرت کردہ سید جلال الدین محمد قدس سرہ العزیز از دہلی روانہ گشتند چنانچہ در عالم طیر و سیر و بر و بحر گشت کردہ ہفت مرتبہ حج گزاردہ آمد۔"

"جب سن سات سو باون میں سلطان محمد شاہ (تغلق) کی وفات کے بعد سلطان فیروز شاہ بن رجب شاہ ملک کے اہم قائدین اور فوجی منصب داروں کے اتفاق سے عرش خلافت پر جلوہ فگن ہوئے تو صوفیاء و مشائخ سے انتہائی عقیدت کے سبب حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ بادشاہ نے خلفاء مصر [1] سے خلعت خلافت کے حصول کے لیے انہیں مصر کے سفر کا مکلف کیا۔ چنانچہ سیّد جلال الدین محمد [2] قدس سرہ العزیز - دہلی سے عازم سفر ہوئے، اور سات مرتبہ ادائیگی حج کے بعد خشکی و سمندر سے ہوتے ہوئے دہلی واپس آئے۔"

پھر اس بناوٹی قصہ کے بعد ایک مجہول قلعہ کا قصہ بھی بیان فرمایا، جو چاہے اسے ان کی کتاب میں پڑھ لے۔

اور اسی کتاب میں دوسرے مقام پر لکھتے ہیں :-

"فتح خاں علیہ الرحمۃ والغفران کہ نبیرہ سلطان فیروز شاہ بود بنا بر تقدیر شاہ زادہ فتح خان

---

[1] تاریخ فرشتہ - اردو (۱/۴۵۸) میں مصر کے اس عباسی خلیفہ کا نام حاکم بامر اللہ ابو بکر بن ابی الربیع بن ابی سلیمان مذکور ہے۔ لیکن میرے خیال میں یہ غلط ہے۔ صحیح نام معتضد باللہ ابو الفتح ابو بکر بن المستکفی باللہ ہے جن سے درمیان سال ۷۵۳ھ میں بیعت خلافت واقع ہوئی تھی اور وہ اپنے بھائی حاکم بامر اللہ ابو العباس احمد بن مستکفی باللہ کے بعد خلیفہ ہوئے تھے۔ (تاریخ الخلفاء سیوطی: ۴۵۶-۴۶۰)

[2] شیخ جہانیاں جہاں گشت مراد ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



وفات یافت وبموجب وعدہ قدم سرور عالمیاں را بر سینہ سفینہ وے نہادند۔"

"فتح خان علیہ الرحمۃ والغفران، سلطان فیروز شاہ کے پوتے تھے [1]، منشا تقدیر کے مطابق فوت ہو گئے، اور وعدہ کے مطابق انہیں ان کی کشتی پر لاد کر قدم شریف لایا گیا۔"

## [ان روایات پر نقد و اعتراض:]

بہ نصرت الٰہی ہم کہہ رہے کہ ان دونوں رسالوں کا جھوٹ، جعلسازی اور بناوٹ کئی وجہ سے ظاہر ہے:-

### پہلی وجہ

روایات میں تعارض وتناقض کا وقوع، جو اہل بصیرت اور ماہرین فن سیرت پر واضح ہو چکا ہے اور وہ یہ ہے کہ مولوی کریم اللہ، حضرت مخدوم کے دہلی سے روانگی کی تاریخ سن سات سو باون (۷۵۲ھ) تحریر فرماتے ہیں، اور یہ کہ حضرت مخدوم نے اس سفر میں سات مرتبہ بیت اللہ کا حج کیا، بنا بریں سفر حج سے ان کی واپسی ۷۵۸ھ یا ۷۵۹ھ میں ہوئی ہوگی۔ لیکن ان کے شاگرد رشید (مولوی فرید الدین) روانگی کی تاریخ اس سے دو سال قبل ۷۵۰ھ تحریر فرماتے ہیں، اور واپسی کی تاریخ روز دوشنبہ ۱۹ ماہ صفر ۷۵۱ھ چار ہزار باشندگان مدینہ منورہ کے اجماع کے ساتھ تحریر کرتے ہیں:-

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

لہٰذا اس جعلی قصہ کی روایت کیونکر درست ہو سکتی ہے جب کہ اس کے مدت وقوع میں دونوں حضرات کے بیان میں سالوں کا فرق ہے؟ فاعتبروا یا أولی الأبصار۔

---

[1] عنقریب نقد و اعتراض کے ضمن میں آئے گا کہ آپ پوتے نہیں بلکہ بیٹے تھے اور ان کا انتقال دہلی میں ۷۷۶ھ میں ہوا تھا نہ کہ سفر حج سے واپسی میں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## دوسری وجہ

معتبر کتب تاریخ، مثلاً: "تاریخ فرشتہ" [۱]، "مناقب قطبی"، "سیر العارفین" [۲] مولانا جمالی اور خصوصاً حضرت مخدوم (جہانیاں جہاں گشت) کے معتبر و مشہور ملفوظات و فرمودات کی قابل اعتبار اور ثقہ روایات سے "مسافر نامہ" اور "سفر السیر" کی روایات کے خلاف ظاہر ہوتا ہے۔

چنانچہ "تاریخ فرشتہ" میں ہے:-

"در تاریخ دوم ماہ رجب سنہ اثنی وخمسین وسبعمایۃ خود بدولت وسعادت قدم برتخت سلطنت دہلی گذاشتہ نوید عدل واحسان بخاص وعام درداد۔"

سلطان فیروز شاہ تغلق ۲ ماہ رجب ۷۵۲ھ میں دہلی کے تخت حکومت پر بیٹھا اور عام رعایا کو عدل واحسان کی بشارت دی۔" [۳]

---

۱ تاریخ فرشتہ: اسلامی ہند کی تاریخ پر فتح سے لے کر مؤلف کے عصر (۱۰۱۸ھ) تک کی عظیم تاریخی کتاب ہے جسے محمد بن قاسم ہندو شاہ (ولادت ۱۵۷۰ء- وفات بعد ۱۶۲۳ء) نے تصنیف کیا ہے۔ مؤلف کتاب ایران کے شہر استرآباد کے باشندہ تھے ہندوستان آئے اور نظامی امراء دکن خصوصاً مرتضیٰ نظام شاہ (متوفی ۹۹۶ھ) کے دربار میں بعض مناصب پر فائز رہ کر فوت ہوئے۔ (تاریخ فرشتہ: مقامات متفرقہ جلد دوم، وجدیۃ العارفین: ۲/ ۲۶۸)

۲ سیر العارفین (فارسی)، حامد بن فضل اللہ جمالی کی تالیف ہے۔ اپنے موضوع کی نہایت اہم کتاب ہے۔ مطبع رضوی دہلی سے ۱۳۱۱ھ میں طبع ہوئی۔- (تنزیل)

۳ تاریخ فرشتہ (اردو) سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان فیروز شاہ تغلق کو محمد تغلق نے اپنی زندگی ہی میں ولیعہد مقرر کرلیا تھا۔ پھر اس کی وفات کے دو روز بعد ۲۳ محرم الحرام ۷۵۲ھ فیروز شاہ نے باقاعدہ عنان حکومت سنبھالی۔ (۱/ ۴۵۲-۴۵۴)

پھر دسیسہ کاروں کی دسیسہ کاری کے سبب خود کو اس شرط پر معزول کرلینا چاہا کہ شاید محمد تغلق کا کوئی حقیقی وارث مل جائے جو امارت وسلطنت اپنے ہاتھ میں لے لے۔ لیکن جب ایسا==

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور حضرت مخدوم کے شاگرد شیخ احمد بن یعقوب بن حسین تلبنی، خواجہ مخدوم کے ملفوظات پر مشتمل اپنی کتاب "فوائد جلالیہ" [1] کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:-

"بتاریخ بست وپنجم ماہ ربیع الآخر سنہ اثنی وخمسین وسبعمایۃ در مجلس عالی دام عالیاً بندہ کمینہ رسید۔"

"۲۵ ربیع الاول ۷۵۲ھ کو وہ خواجہ مخدوم کی مجلس میں حاضر ہوئے۔"

حضرت مخدوم کے مرید شیخ احمد البرنی حضرت مخدوم کے ملفوظات پر مشتمل اپنی کتاب "سراج الہدایہ" [2] کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:-

"در ماہ رجب سنہ اثنی وخمسین وسبعمایۃ یوم پنجشنبہ ایں بندہ را سعادت حاصل شد۔"

"ماہ رجب ۷۵۲ھ میں بندہ کو خواجہ مخدوم سے ملاقات کی سعادت حاصل ہوئی۔"

ان کھلی اور صاف عبارتوں سے واضح ہوا کہ حضرت مخدوم ۷۵۲ھ میں دہلی یا اپنے علاقہ اوچ میں مقیم تھے، نہ کہ حرمین شریفین میں۔ سلطان فیروز شاہ کے دور حکومت میں وہ قطعاً سفر حج پر روانہ ہی نہیں ہوئے، بلکہ ملا شمس الدین کی معیت میں اپنے آخری سفر حج ۷۵۲ھ سے واپسی کے بعد وہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلی [3] سے بیعت ہوئے، جیسا کہ "مناقب قطبی"

---

== نہیں ہوا تو بالاتفاق ۲ رجب ۷۵۲ھ کو دوبارہ ہندوستان کا بلا اختلاف حاکم مطلق بن بیٹھا (۱/۴۵۶)

۱ اس کا اصل نام "خزانۃ الفوائد الجلالیہ" ہے، اس کے مرتب مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے ایک مرید احمد المدعو بہ بہاء بن یعقوب بن حسن بن محمود بن سلیمان تلبنی ہیں۔ کتاب ایک مقدمہ اور ۱۷ ابواب پر مشتمل ہے۔ نزہۃ الخواطر میں مخدوم جلال الدین کے ایک شاگرد قاضی بہاء الدین اچی کا ذکر ہے، جن سے غالباً یہی مراد ہیں۔ (نزہۃ الخواطر: ۲/ ۱۸-۱۹)- (تنزیل)

۲ "سراج الہدایہ" احمد برنی کا مرتب کردہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے ملفوظات کا اہم اور لائق وثوق مجموعہ ہے۔ کتاب ۱۹ ابواب پر مشتمل ہے۔- (تنزیل)

۳ شیخ نصیر الدین محمود بن عبد اللہ چراغ دہلی اپنے وقت مشہور صوفی تھے۔ فیروز شاہ کو آمادہ تخت ==

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



اور" سیر العارفین" مولانا جمالی میں مرقوم ہے۔

فرشتہ اپنی تاریخ میں لکھتا ہے:-

" الغرض سید جلال مخدوم جہانیاں ہمیں کہ ایں سخن شنید نیت کرد کہ چوں ہندوستان مراجعت کند بدہلی رفتہ شیخ نصیر الدین رادریابد لہٰذا وقتی کہ بوطن خود اوچھ عود فرمود در سنہ اثنی وخمسین وسبعمایۃ بدہلی آمدہ شیخ نصیر الدین رادریافت۔"

" الغرض سید جلال مخدوم جہانیاں نے جب یہ بات سنی تو ارادہ کر لیا کہ جب ہندوستان لوٹیں گے تو دہلی جائیں گے اور شیخ نصیر الدین سے ملاقات کریں گے اسی وجہ سے جب وہ ۷۵۲ھ میں اپنے وطن اوچھ واپس آئے تو دہلی آئے اور شیخ نصیر الدین سے ملاقات کی۔"

## تیسری وجہ

۱۰۴۲ھ میں سید محمد بن جلال شاہی رضوی کے تالیف کردہ رسالہ سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مخدوم نے پہلی بار محمد بن تغلق [1] کے عہد میں ۷۳۵ھ میں بیت اللہ کا حج کیا، اور اس وقت ان کی عمر اٹھارہ سال تھی، پھر اپنی عمر ۴۵ سال ہونے تک وہیں قیام پذیر

---

== وتاج کرنے میں وہ اور مخدوم زادہ عباسی پیش پیش تھے۔ تصوف اور مواعظ میں" خیر المجالس" (فارسی) تالیف کیا۔ ۷۵۷ھ میں اس دار فانی سے کوچ کر گئے۔ (تاریخ فرشتہ: ۱/ ۴۵۴، ہدیۃ العارفین: ۲/ ۴۰۹)

[1] سلطان محمد تغلق بن سلطان غیاث الدین تغلق، خاندان تغلق کے دوسرے ہندوستانی حکمراں تھے۔ ہمت وشجاعت میں فائق اور انتظام ملکی اور ظلم وانتقام میں یکتا تھے۔ سن ۷۲۵ھ میں دہلی کے تخت پر بیٹھے، مغل حملوں کا منہ توڑ جواب دیا، جنوبی ہندوستان میں دولت آباد کو دوسرا پایہ تخت بنایا۔ مدح و ذم دونوں صفات سے متصف ہیں۔ ابن بطوطہ انہیں کے دور حکومت میں جب ہندوستان آیا تھا تو اسے عہدہ قضا سے سرفراز کیا۔ ۷۵۲ھ میں وفات پائی۔ (تاریخ فرشتہ - اردو: ۱/ ۴۲۴-۴۵۲)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رہے، اور شیخ عبداللہ یافعی [۱] اور کبار مشائخ کی صحبت حاصل کی اور چالیس دن تک غار حراء کی مجاورت اختیار کی [۲]، مدینہ شریفہ میں شیخ عفیف الدین اسعد یافعی الیتمی [۳] کی مصاحبت میں دو سال رہے، اور انہیں "عوارف المعارف" [۴] وغیرہ کا نسخہ بطور ہدیہ پیش کیا۔ [۵]

"تاریخ فرشتہ"، "سیر العارفین" اور "مناقب قطبی" میں ایسا ہی تحریر ہے جو دیکھنا چاہے دیکھ لے۔ لہٰذا ان واضح عبارات و بیانات سے "مسافر نامہ" اور "سفر السیر" کے قصہ کے جھوٹ کا پتہ چلتا ہے جب کہ فرید الدین اور مولوی کریم اللہ بکثرت انہیں دونوں

---

۱ شیخ عفیف الدین ابو السعادات عبداللہ بن اسعد بن علی بن سلیمان الیافعی، نزیل مکۃ المکرمہ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں، زہد و تصوف کے باوجود نواب صدیق حسن خان قنوجی نے ان کے بارے میں پسندیدگی کا اظہار کیا ہے۔ ۶۹۸ھ میں تولد ہوئے اور ۷۶۷ یا ۷۶۸ھ میں وفات پائی۔
(ابجد العلوم: ۳/ ۱۰۴-۱۰۵، ہدیۃ العارفین: ۱/ ۴۶۵-۴۶۶)

۲ معلوم نہیں صوفیاء اور چلہ کشوں نے کیونکر غار حراء میں چالیس روز کی مجاورت اور عبادت و ریاضت کو ایجاد کیا؟ کیا وہ اس ریاضت سے نبوت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ یا کچھ اور؟ جب کہ منصب نبوت بھی ان کے نام نہاد مزعومہ منصب ولایت سے بدرجہا کم تر ہے۔

۳ مدینہ میں مخدوم جلال الدین نے شیخ عبداللہ مطری سہروردی سے اکتساب کیا تھا جب کہ شیخ عبداللہ یافعی سے مکہ مکرمہ میں استفادہ کیا۔ (ملاحظہ ہو: مخدوم جہانیاں جہاں گشت: ۶۹)۔ (تنزیل)

۴ عوارف المعارف: مشہور صوفی شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر بن محمد بن عبداللہ سہروردی (م ۶۳۲ھ) کی تصوف اور صوفیاء کے بارے میں شہرت یافتہ کتاب ہے جو مختلف زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہے۔ (کشف الظنون: ۲/ ۱۱۷۷ وغیرہ)

۵ محمد ایوب قادری "الدر المنظوم فی ترجمہ ملفوظ المخدوم" کے حوالے سے لکھتے ہیں:-
"حضرت مخدوم نے عوارف کا سبق شیخ عبداللہ مطری سہروردی سے اس خاص نسخہ سے لیا تھا جو شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے مطالعہ میں رہ چکا تھا بعد کو یہ نسخہ شیخ نے حضرت مخدوم کے پاس ایک حاجی کے ذریعے بھیجا تھا۔" (حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت: ۶۹)۔ (تنزیل)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



رسالوں سے نقل کیا کرتے ہیں، اور اپنے رسائل میں خود لکھتے ہیں :-

"بعد الفراغ حج کے مدینہ منورہ کی طرف تشریف فرما ہوئے اور وہاں کے ساکنین سے کہا: اے لوگوں دروازہ کے تئیں کھولو تا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی زیارت قبر شریف سے مشرف ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ ہم دروازہ اس شخص کے واسطے کھولتے ہیں جو آل نبی ﷺ سے ہو۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ میں آل نبی سے ہوں، انہوں نے کہا آل نبی ﷺ کا رنگ سبز نہیں ہوتا۔"

ہائے رے تعجب کہ مدینہ میں دو سال قیام کرنے کے باوجود مدینہ کے رؤساء و شرفاء، عظماء، علماء وفضلاء نے حضرت مخدوم کو سرے سے پہچانا ہی نہیں۔ [1]

## چوتھی وجہ

ملا شمس الدین جو حضرت مخدوم کے آخری سفر حج میں رفیق سفر رہے، اور راستہ میں

---

[1] یہاں بھی عمدۃ الاحناف بقلم خود فارسی میں حاشیہ طراز ہیں :-

"ظاہر است کہ زیارت آنحضرت ﷺ رسیدن در مدینہ منورہ کردہ می شود وہمیں امر مسنون است بس چوں حضرت مخدوم در مدینہ داخل شد وارادہ زیارت وکشادن باب طلب کردند ساکنان آن جا مانع شدند چہ در آں وقت از ساکنان آنجا حضرت مخدوم تعارف نبود بعد چوں در آنجا اقامت کہ دو سال کردند از ساکنان مدینہ تعارف حاصل شد۔" ابو الحسنات عفا اللہ عنہ

یعنی: "ظاہر بات ہے کہ مدینہ پہنچ کر ہی آپ ﷺ کی (قبر کی) زیارت سے مشرف ہوا جاتا ہے اور یہی سنت ہے۔ اسی وجہ سے شیخ مخدوم جب وارد مدینہ ہوئے اور زیارت کا ارادہ کیا اور حجرہ شریف کا دروازہ کھولنے کی درخواست کی تو لوگ مانع ہوئے کیونکہ وہ اس وقت ابھی وہاں معروف نہیں ہوئے تھے۔ پھر جب وہاں سال بھر قیام کرلیا تو بعد میں معروف ہو گئے۔"

راقم مترجم اس صحیح وغلط تاویل پر سوائے اس کے اور کیا کہہ سکتا ہے :-

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا — لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

یہ تو صرف نقد برائے نقد ہے، نقد برائے تحقیق نہیں ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



صادر شدہ ان کی بعض کرامات کو ذکر بھی کیا ہے، جو سیر وسوانح کی معتبر کتابوں میں بھی مذکور ہیں، مگر ان کتابوں کے مصنفین نے یہ ذکر نہیں کیا ہے کہ اہل مدینہ نے شیخ مخدوم کو نہیں پہچانا، اور نہ یہ کہ آپ نے ان سے قبر شریف کا دروازہ کھولنے کی درخواست کی اور نہ ہی آپ کو قدم شریف دیئے جانے کا واقعہ ہی نقل کیا ہے۔

## پانچویں وجہ

اگر "مسافرنامہ" اور "سفرالسیر" میں مذکور قصے کی کوئی حقیقت ہوتی تو "مناقب قطبی" میں اس کا ذکر ضرور ہونا چاہئے تھا۔ اس لیے کہ یہ کتاب خاص حضرت سیّد السادات کے حالات وکرامات کے بیان میں ہی ہے۔

مولانائے جمالی صوفی نے بھی کتاب "سیر الاولیا" میں "مناقب قطبی" کے حوالہ سے آپ کے آخری سفر حج کے واقعات وحالات نقل فرمائے ہیں، اور لکھا ہے:-

"چوں بحضور روضہ پرنور مشرف شدند نخستین گفتند السلام علیک یا جدی از قبہ روضہ مطہرہ آواز برآمد علیک السلام یاولدی چنانچہ در مناقب قطبی مسطور است۔"

"حضرت مخدوم جب روضہ شریف کی زیارت سے مشرف ہوئے اور "السلام علیک یا جدی" دادا جان (نانا جان) آپ کو سلام، تو روضۂ مبارک کے قبہ سے آواز آئی:

"علیک السلام یاولدی" میرے بیٹے تجھے بھی سلام۔"[1]

لیکن انہوں نے بھی "مسافرنامہ" اور "سفرالسیر" کے اس من گھڑت (نقش قدم والے) قصہ کو نقل نہیں کیا ہے، لہٰذا یہ دو حال سے خالی نہیں:-

ایک تو یہ کہ ان کے دور تک اس قصہ کی کوئی اصل نہیں تھی، بعض حرام خور جاہل مجاوروں نے اسے گھڑ لیا۔

---

۱ معلوم نہیں صوفیاء اور اس قماش کے لوگ اس قسم کی گفتگو اور اس طرح کے مصافحہ سے کیا کہنا چاہتے ہیں؟

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



دوم ان بزرگان نے سرور جن وانس ﷺ کے اس معجزہ کو جان بوجھ کر چھپایا، گویا کہ ہمارے اس زمانے کے جہلاء کے فہم کے مطابق یہ بزرگان بھی اپنی تصنیفات میں (اثر نقشِ قدم کو) مندرج نہ کر کے وہابیوں کے ہمرکاب ہو گئے۔[1]

اور یہی حال اس مجہول و نامعلوم قلعے کا ہے جس کا ذکر میاں کریم اللہ اور فرید الدین نے خود اپنے رسائل میں لکھا ہے:-

"حضرت ﷺ نے اس قلعہ کے پاس حضرت عمر کی سربراہی میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک نفری لگا دی تھی۔"

یہ واقعہ بھی صاف وصریح موضوع اور مصنوع ہے، اس لیے کہ سیرت و تاریخ کی جملہ کتابوں میں آپ کے غزوات وسرایا کے احوال نہایت وضاحت سے تحریر ہیں، ان کے امراء لشکر اور فوجی سربراہان کے نام نامی، اور شہداء وغزاۃ کے اسماء گرامی، فتح و شکست کے حالات اور روانگی اور واپسی کی تاریخ وغیرہ وغیرہ جملہ معلومات مہیا ہیں، پھر بھی اس وحشتناک واقعہ کی خبر کسی ایک کتاب میں بھی مذکور نہیں، سوائے اس جعلی اور مصنوعی کتاب "مسافر نامہ" کے۔

---

[1] یہاں وہابیت کے ذکر خاص کا مقصد یہی ہے کہ حضرت مجیب اور ان کے رفقائے کار وہابیت کی تردید میں ہندوستان میں آگے آگے تھے، خود شاہ احمد سعید مجددی سرہندی نے جن کا ذکر پچھلے صفحات کے حاشیہ میں گزر چکا ہے بزعم خود وہابیت کی تردید میں "تحقیق الحق المبین" تصنیف کیا تھا۔ "وہابیت" کا طعنہ دو صدی یا اس سے زیادہ زمانہ سے سلفیت کے لیے اہل بدعت کا شعار ہو چکا ہے۔ شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب نجدی تمیمی (۱۱۱۵ھ-۱۲۰۶ھ) سے لے کر آج تک جو شخص حقیقتاً یا اپنے زعم کے مطابق سلفیت کا داعی ہو اور دین وشریعت کو آمیزش سے پاک کرنا چاہتا ہو وہ ان کے نزدیک وہابی ہے۔ نواب صدیق حسن خان وغیرہ علماء اہل حدیث نے اپنی مؤلفات میں ہندوستان کے مختلف علاقوں میں وہابیت کے الگ الگ معنی میں استعمال کیے جانے کا خاصا ذکر کیا ہے اور اس کی تردید بھی کی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



افسوس آج کل کے طلبہ کی فہم وفراست پر، روایات نقل کرتے وقت بالکل سوچتے نہیں اور نہ غور کرتے ہیں کہ کیا نقل کرتے ہیں؟ اور کیا بیان کر رہے ہیں؟ اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث میں وارد شدہ سخت وعید کا مصداق بنا لیتے ہیں کہ آپ نے فرمایا تھا:-

"من كذب على متعمدا فليتبوأ مقعده من النار۔" [1]

"جس نے مجھ پر جھوٹ بولا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنالے۔"

اس کج فہمی سے اللہ کی پناہ۔ طلبائے زمانہ پر لازم ہے کہ محدثین کے قواعد وضوابط کے مطابق کسی معتبر کتاب سے اس قصہ کو ڈھونڈھ نکالیں، تاکہ انہیں اپنے دعویٰ میں سچا کہا جاسکے، ورنہ اپنے آپ کو متبعین سنت کی عداوت میں کیوں ہلاک کیے جا رہے ہیں؟ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ قیامت قریب ہے۔

## فیروز شاہ اور فتح خان کا باہمی تعلق

کوٹلہ فیروز شاہ دہلی کے قدم رسول ﷺ کے مدعیان کا یہ کہنا کہ شاہزادہ فتح خاں سلطان فیروز شاہ کے پوتے تھے، یہ بھی ایک نہ چلنے والا جھوٹ ہے، بلکہ وہ تو فیروز شاہ کے بیٹے تھے، ان کے بیٹے کے بیٹے نہیں تھے، جیسا کہ "تاریخ فرشتہ" اور "خلاصۃ الہند" وغیرہ کتابوں میں مرقوم ہے۔ "تاریخ فرشتہ" کی عبارت ہے:-

"درسنہ ست وسبعین وسبعمایۃ سلطان فیروز شاہ را مرگ فرزند دلبندش فتح خان قرین حزن واندوہ ساخت ودرحظیرہ خود دفن کردہ۔" [2]

---

۱ ایک بہت ہی مشہور ومعروف صحیح اور متواتر حدیث ہے جسے متعدد حفاظ حدیث نے مستقل رسالہ لکھ کر اس کے الفاظ واسانید اور طرق کو جمع کیا ہے۔ (المقاصد الحسنہ سخاوی: ۲/ ۱۱۷)

۲ تاریخ فرشتہ - اردو: ۱/ ۴۶۲۔ بلکہ کتاب مذکورہ میں بادشاہ کے فرزند اکبر شہزادہ فتح خاں کی تاریخ ولادت عنان حکومت سنبھالنے کے کچھ دن بعد ہی بتائی گئی ہے (۱/ ۴۵۶) پھر فتح خاں ==

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



"سن ۷۷۶ھ میں سلطان فیروز شاہ کے فرزند فتح خان کا انتقال ہو گیا، اس صدمہ سے بادشاہ بہت غمگین اور نڈھال ہو گیا (لیکن ایسے حالات میں سوائے صبر اور کوئی صورت نظر نہیں آئی۔ لہٰذا بادشاہ نے بھی مشیت ایزدی تصور کرتے ہوئے ضبط وصبر سے کام لیا) اس نے خود بیٹے کو شاہی قبرستان (حظیرے) میں دفن کر دیا۔"

اس عبارت سے ہمیں تین باتیں معلوم ہوئیں:-

اول: یہ کہ شہزادہ فتح خاں فیروز شاہ کے بیٹے تھے، پوتے نہیں تھے۔

دوم: یہ کہ انہیں اسی حظیرہ میں دفن کیا جو اپنے لیے تیار کرا رکھا تھا اور اس حظیرہ کو کسی دوسرے مقصد کے لیے نہیں بنایا تھا، جیسا کہ ہمارے زمانے کے جہلاء دعویٰ کرتے ہیں کہ بادشاہ نے قدم شریف کی تعظیم کے لیے کوٹلہ تعمیر کرایا تھا۔

سوم: یہ کہ اگر یہاں شاہزادہ فتح خاں کی قبر پر قدم شریف رکھے جانے کا کوئی واقعہ ہوا ہوتا تو بلاشبہ مؤرخین اسے ذکر کرتے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔[1] فاعتبروا یا أولی الألباب۔

---

== کی تعلیم وتربیت اور مناصب ومشاغل کا ذکر کیا گیا ہے (۱/ ۴۵۹-۴۶۰) پھر اس کی تاریخ وفات ۱۲ صفر ۷۷۶ھ ضبط کی گئی ہے (۱/ ۴۶۲)۔ نیز فیروز شاہ کے دوسرے فرزند شہزادہ محمد خاں کی ولادت دوشنبہ ۲ جمادی الاولیٰ ۷۵۳ھ بمقام دہلی ضبط کی گئی ہے (۱/ ۴۵۷)۔ پھر فیروز شاہ کا ولیعہد شہزادہ غیاث الدین تغلق بن فتح خاں بن فیروز شاہ کو بتایا گیا ہے (۱/ ۴۶۷)

[1] راقم مترجم کہتا ہے کہ اگر غور سے دیکھا جائے تو ایسا لگتا ہے کہ مولوی کریم اللہ اور مولوی فرید الدین وغیرہ نے اپنے کمال ولایت کی بنا پر انہیں ولادت سے پہلے ہی سفر حج میں اس عظیم دینی فریضہ کی ادائیگی کے لیے بھیج دیا تھا، پھر انہیں اس سفر میں موت کی آغوش میں بھی پہنچا دیا اور ان کی وصیت کے مطابق انہیں کی کشتی پر خواجہ مخدوم جہانیاں کو سوار کر کے قدم شریف درآمد کرنے کا ذمہ دار بھی بنا دیا۔

مصرعہ: بریں عقل ودانش بباید گریست

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



## چھٹی وجہ

۷۶۰ھ میں خلفائے مصر سے خلعت خلافت شیخ زادہ بسطامی لے کر آئے تھے، نہ کہ حضرت مخدوم، جیسا کہ "تاریخ فرشتہ" میں مرقوم ہے۔ عبارت یہ ہے:-

"درسنہ ستین وسبعمایۃ سلطان عزیمت لکھنوتی کردہ روانہ شد چوں درظفرآباد برشکال شروع شد ہمانجا مقام کردہ دراں وقت شیخ زادہ بسطامی راکہ اخراج کردہ بود آمدہ از خلیفہ مصر خلعت آوردو اعظم الملک خطاب یافتہ۔" [1]

"۷۶۰ھ میں فیروز شاہ نے خان جہاں کو اپنا نائب بنا کر دہلی چھوڑا اور خود لکھنوتی [2] روانہ ہوا ..... بادشاہ ظفرآباد [3] پہنچا تو برسات کا موسم شروع ہو گیا تھا۔ بادشاہ بدرجہ مجبوری یہیں ٹھہر گیا۔ اسی دوران قیام میں شیخ زادہ بسطامی - جس کو پہلے دیس نکالا دیا گیا تھا - خلیفۂ مصر سے خلعت لے کر پھر واپس لوٹا تھا۔ بادشاہ نے شیخ زادہ کو "اعظم الملک" کا خطاب دیا۔"

## ساتویں وجہ

حضرت مخدوم کے ملفوظات پر جو کتب مشہور ہیں جن کا ذکر کتابوں میں مسطور ہے

---

۱ تاریخ فرشتہ - اردو: ۱/ ۴۵۹

۲ لکھنوتی: بعض حضرات کو یہ تسامح ہوتا ہے کہ یہ شمالی ہندوستان کے صوبہ اتر پردیش کے دارالسلطنت "لکھنو" کا قدیم نام ہے۔ لیکن لکھنوتی "لکھنو" کا قدیم نام نہیں بلکہ عہد گزشتہ میں بنگال کے دارالخلافہ کا نام تھا۔ (ملاحظہ ہو: آب کوثر: ۳۴۳، طبع اول)
دہلی سے لکھنوتی کے درمیان ظفرآباد (جون پور) کا مقام لکھنو کے بعد ہی آتا ہے۔ دہلی اور لکھنو کے درمیان ظفرآباد نہیں ہے۔ - (تنزیل)

۳ صوبہ اتر پردیش کے مشرق میں ضلع جونپور کا مشہور ومعروف قصبہ ہے۔ تغلق اور مشرقی دور میں اہم سیاسی اور ثقافتی مرکز رہا ہے۔ جونپور کی حکومت "ملک مشرق" یا ملک پورب کے نام سے مشہور ہوئی اور ثقافت اور علوم وفنون میں "شیراز ہند" کہلائی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



ان میں "جامع العلوم" [1]، "خزانۃ الفوائد"، "خزانۃ الجواہر جلالیہ" [2]، "جواہر مشہدی"، "تحفۃ الاسرار"، "مقرر نامہ" [3]، "مآثر جلالی"، "نصائح جلالی"، "سراج الہدایہ"، "لشکر خانی" اور "فتوحات جلالی" ہیں، جیسا کہ حضرت سیّد محمد بن جلال شاہی رضوی قدس سرہ کے تصنیف کردہ رسالے میں مرقوم ہے۔ ان میں "مسافرنامہ" اور "سفرالسیر" کا ذکر نہیں۔

## آٹھویں وجہ

کتاب "سراج الہدایہ" مولفہ شیخ احمد برنی - کہ خاص مجموعہ ملفوظات ہے - سے معلوم ہوتا ہے: -

"بست دوم ماہ رمضان سن ہفت صد و ہشتاد و ہفت قطب العالم برائے زیارت اولیاء اللہ تعالیٰ در شہر دہلی رسیدند و فیروز شاہ استقبال کرد و در حظیرہ فتح خان بجہت بودن

---

[1] مخدوم جہانیاں جہاں گشت کا سب سے مستند مجموعہ ملفوظات "جامع العلوم" ہے جس کے مرتب ابوعبداللہ علاء الدین علی بن سعد بن اشرف دہلوی ہیں، جو مخدوم صاحب کے براہ راست مرید تھے۔ اس کا ایک نسخہ کسی صاحب نے نواب صدیق حسن خاں کو نذر کیا۔ نواب صاحب اس مجموعے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اس کی تلخیص شائع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا مگر اسی دوران ان کا انتقال ہوگیا۔ اس کے بعد ان کے فرزند نواب نور الحسن خاں (م ۱۳۳۶ھ) کی توجہ سے مولوی ذوالفقار احمد مالوی (م ۱۳۴۰ھ) نے اس کا اردو ترجمہ بنام "الدر المنظوم فی ترجمہ ملفوظ المخدوم" کے عنوان سے کیا، جو مطبع انصاری دہلی سے ۱۳۰۹ھ میں طبع ہوا۔ (تنزیل)

[2] جواہر جلالی، اس کے مرتب فضل اللہ بن ضیاء العباسی ہیں۔ اس مجموعہ میں کتب حدیث وفقہ کے بکثرت حوالے ہیں۔ اس کی مدد سے مخدوم صاحب کے فقہی نظریات جاننے میں بھی مدد ملتی ہے۔ یہ مجموعہ ۷۸۰-۸۱ھ میں مرتب ہوا۔ (تنزیل)

[3] یہ ان مکتوبات کا مجموعہ ہے جو مخدوم صاحب نے اپنے مرید تاج الدین بن معین سیاہ پوش کے بعض استفسارات کے جواب میں تحریر فرمائے۔ اس مجموعہ میں کل ۴۲ مکاتیب ہیں، ہر مکتوب مقرر باد کے لفظ سے شروع ہوتا ہے۔ یہ مجموعہ ۷۷۶ھ میں مرتب ہوا۔ (تنزیل)

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



مخدوم فرمان شد۔"

"خواجہ مخدوم ۲۲ رمضان المبارک ۷۸۷ھ میں اولیاء کی زیارت کے مقصد سے دہلی تشریف لائے، اور سلطان فیروز شاہ نے ان کا والہانہ استقبال کیا، اور انہیں خوش آمدید کہا، اور انہیں شاہزادہ فتح خاں کے حظیرہ میں مہمان بنایا، اور وہیں ٹھہرایا۔"

لہٰذا یہ عبارت صاف بتا رہی ہے کہ حضرت مخدوم ۷۸۷ھ میں دہلی تشریف لائے، اور شاہزادہ فتح خاں کے حظیرے میں قیام فرمایا۔ جب کہ شاہزادہ ۷۷۶ھ میں حضرت مخدوم کے دہلی تشریف آوری سے تقریباً بارہ سال قبل فوت ہو چکے تھے۔ [1]

لہٰذا اگر شاہزادہ فتح خاں کی قبر پر قدم شریف رکھے جانے کا کوئی ذکر ہوتا تو بلاشبہ شیخ احمد برنی، اور صاحب "جامع العلوم" یہاں کہہ سکتے تھے کہ سلطان فیروز شاہ نے خواجہ مخدوم کو قدم شریف کے مقام پر مہمان بنا کر ٹھہرایا (کیونکہ فتح خاں سے زیادہ عظمت وشہرت قدم شریف کی ہونی چاہیے)۔

## نویں وجہ

اس جعلی قصہ کے گھڑنے والے حضرات قدم شریف لانے کی تاریخ ۷۵۱ھ تحریر فرماتے ہیں اور امیر فتح خاں کا سال وفات ۷۷۶ھ لکھتے ہیں۔ [2]

---

۱ "جامع العلوم" کی عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ ۷۸۱ھ میں دہلی تشریف لائے تھے چند سال یہاں رہے تھے۔ عبارت یہ ہے:-

"بعد اشراق بست و دوم سنہ احدی وثمانین وسبعمایۃ استقبال کردم۔" (مؤلف)

راقم مترجم کہتا ہے کہ اسی طرح پہلی بار شاہزادہ فتح خاں کی ولادت سے پہلے بھی دہلی تشریف لا چکے تھے جب کہ ان کی حین حیات خواجہ مخدوم کے دہلی آمد کا کوئی ثبوت نہیں۔

۲ گزشتہ صفحات میں فتح خاں سے متعلق ہماری تعلیقات ملاحظہ فرمائی جائیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



حالانکہ کتاب "سراج الہدایہ" اور "جامع العلوم" کی عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ مخدوم ۷۸۷ھ میں دہلی وارد ہوئے، اور قدم شریف لانے اور خواجہ مخدوم کے دہلی آنے کے بیچ تقریباً ۳۷ سال کا فاصلہ ہے۔

لہٰذا اگر اس قصہ کی -- جسے جعلساز حضرات شیخ احمد برنی کی طرف بھی منسوب کر دیتے ہیں -- کوئی اصلیت اور حقیقت ہوتی تو شیخ احمد برنی اس کتاب میں اس کا ذکر کیوں چھوڑ دیتے؟ بلکہ زیادہ مناسب تو یہ تھا کہ وہ اس قصہ کو اپنی دیگر کتب ورسائل میں بھی اہمیت اور قدامت کے سبب ذکر فرماتے جب کہ وہ شیخ مخدوم کے ایک ایک حالات اپنی کتاب میں تفصیل وار لکھتے ہیں، اور یہی مہتم بالشان قصہ لکھنا ہی سرے سے چھوڑ دیتے ہیں۔

لہٰذا سچا اور صحیح قول یہی ہے کہ شیخ احمد برنی کی طرف اس جھوٹے قصے کی نسبت ہی شیخ برنی کے خلاف افترا پردازی ہے، اور وہ "مسافرنامہ" اور "سفرالسیر" کے جھوٹ اور بہتان سے بالکل بری ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# خاتمۃ التالیف

الحمد للہ کہ یہ رسالہ موسومہ "الدلیل المحکم فی نفی أثر القدم" ماہ ذی الحجہ ۱۲۶۶ھ میں تالیف پذیر ہوا، اور ارشاد ربانی:-

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقاً [الاسراء:۸۱] "آپ کہہ دیجئے کہ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا، باطل کو تو مٹنا تھا ہی" کی برکت سے حق و باطل کا فرق واضح ہو گیا۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ. وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ. وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ. [الصافات:۱۸۰-۱۸۲]

# خاتمۃ الطبع

اس نسخۂ شریف موسومہ "الدلیل المحکم فی نفی أثر القدم" کی کتابت سے مورخہ ۱۲ ربیع الاول ۱۲۶۷ھ کو فراغت حاصل ہوئی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com



# خاتمۃ الترجمۃ

رسالۂ ہذا کے عربی ترجمہ سے ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۴ھ مطابق ۳ مئی ۲۰۱۳ء کو شہر مئوناتھ بھنجن صوبہ اتر پردیش، ہندوستان میں فراغت حاصل ہو چکی تھی، اور اب الحمد للہ اس کے اردو ترجمہ وتحشیہ سے بھی آج بروز چہار شنبہ بوقت چاشت بتاریخ ۴ ذیقعدہ ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۱ ستمبر ۲۰۱۳ء کو اسی مقام پر فراغت نصیب ہوئی۔

خاکسار مترجم رسالہ ھذا محترم تنزیل صاحب کے تکمیلِ حواشی، اور فضیلۃ الدکتور وصی اللہ محمد عباس حفظہ اللہ کے گراں قدر تفصیلی تعارف نیز ناشر محترم (فضیلۃ الشیخ ذوالفقار ابراہیم الاثری حفظہ اللہ) کے زریں کلمات سے رسالہ ھذا کو مزین فرمانے پر ان تمامی حضرات کا بیحد ممنون ومشکور اور دعا گو ہے۔ فبارک اللہ فی علومھم و تقبل منھم جھودھم۔ آمین

و صلی اللہ وسلم و بارک علی نبینا و مولانا محمد و آلہ
و الحمد اللہ أولا و آخرا۔ و الحمد اللہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات

ابو القاسم عبد العظیم

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

آثار رسول ﷺ کے ثبوت کے وقت کسی مسلمان کو شبہ تک نہیں آنا چاہیے کہ ان سے تبرک اور حصولِ برکت کی طلب جائز نہیں، اللہ رب العزت نے آپ کی ذات کو برکت والی ذات بنایا اور صحابہ کرام بخوبی جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو خاص برکات سے نوازا ہے۔ صحابہ کرام آپ ﷺ کے پسینے اور تھوک سے برکت حاصل کرتے اور بھی روایتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے آثار سے صحابہ کرام تبرک لیتے تھے مگر آپ کے آثار کے ثبوت کے لیے صحیح دلیلوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ آثار کے نام سے بہت سی چیزوں کا دعویٰ کیا جاتا ہے لیکن درحقیقت اس کا تحقیقی ثبوت نہیں اور پھر وہی لوگ ان مصنوعی آثار کے پیچھے دوڑتے ہیں جو عام طور پر سنت رسول ﷺ کی پابندی نہیں کرتے، آباء واجداد کی روش پر چلنے ہی کو دین سمجھتے ہیں۔ رہ گئی یہ بات کہ کیا یہ معجزہ اثر قدم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نہیں ہو سکتا؟ تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ ﷺ کے لیے یہ معجزہ ہو سکتا تھا، مگر اس کا اسنادی اور تحقیقی ثبوت ہونا چاہیے۔ آپ ﷺ کو اللہ نے بہت سے معجزات سے نوازا جو بسند صحیح ثابت ہیں۔ بہت سے معجزات ہیں جن کی صحت کی تائید سے کسی کو انکار نہیں۔ انکار اس قسم کے معجزات پر ہے جو فرضی یا گھڑے ہوئے ہیں، جن کا ثبوت نہیں۔ ہمارے نبی محمد ﷺ کے لیے نہ حدیث گھڑنے کی ضرورت ہے اور نہ مناقب و مدائح، نہ معجزات و کرامات۔ اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو جو رفعت و بلندی عطا فرمائی وہ کافی ہے، قرآن کریم کا معجزہ سب سے عظیم معجزہ ہے، اس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ رب العزت نے ہی لی، یہ سب سے بڑا معجزہ ہے۔

وکتبہ: وصی اللہ محمد عباس
المدرس بالمسجد الحرام
وجامعۃ ام القریٰ (المکۃ المکرمۃ)